Title

زیرسرپرستی
عبدالستار

پیش نظر

فہم وفکر

خوش خبری اور اپنی فکر	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہم حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبدالستار رحمہ اللہ	08

مضامین

کلمہ طیبہ کا رشتہ	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	10
نوشتہ تقدیر	اسلام اللہ خان	12
اپریل فول	محمد مشتاق	15
امام مسروق رحمہ اللہ	حذیفہ رفیق	16
مارکیٹنگ ایسے کریں	غلام عباس	18
حضرت ابوبکر صدیق	محمد احمد	20
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	22
باورچی خانہ اور ہماری صحت	حکیم قیم احمد	24
مراسلات	ادارہ	26

خواتین اسلام

تجربے سے موم	اہلیہ احسن احمد شریف	28
شاید اس طرح کوتاہی کی تلافی ہو جائے	مہوش سجاد	30
کمزور عورت	حبیبہ ساجد	32
ھن لباس لکم وانتم لباس لھن	ام مصطفیٰ	35
باپ کا بیٹی کے نام خط	محمد دانش	36

باغیچہ اطفال

رسل کلمات	ڈاکٹر الماس روحی	38
بیت اللہ	اہلیہ محمد فیصل	40

بزم ادب

جھوٹ ایک گناہ عظیم	محمد یاسر علی	42
جو نیکی کو پھیلائیں کہ یہ سنت ہے نبیوں کی	ارسلان اللہ خان	43
خدا ایسے کا منتظر ہیں	[illegible]	43
گلدستہ	راشد حسین قاسم	44

اخبار السلام

خبر نامہ	ادارہ	46

دینی اخلاق اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہم دین

کراچی

اپریل 2016ء

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	زاہد محمود
ناظم	خالد عبدالرشید
کمپوزنگ	مظفر بھٹو
نظرثانی	طارق محمود
تزئین وآرائش	نوید فرید

editor@fahmedeen.org

آراء وتجاویز کے لیے

0304-0125750 0333-4573885

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0322-2120004 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0332-8278537

marketing@fahmedeen.org

خط وکتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالہ کے اجراء کے لیے ماہنامہ فہم دین

26-C گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابان جامی،
بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرتعاون

فی شمارہ	40 روپے
اندرون کراچی سالانہ (بذریعہ کوریئر)	520 روپے
بیرون کراچی سالانہ (بذریعہ رجسٹری)	520 روپے
بیرون ملک سالانہ	25 ڈالر

ناشر	مطبع	مقام اشاعت
فیصل زبیر	داسا پرنٹر	دفتر فہم دین

meat one

02

پہلے

دِن بیتتے پتا نہیں چلتا تھا، اب سال بھی دِنوں اور گھنٹوں کی طرح گزرنے لگے ہیں۔ پچھلے سال تو کئی ماہ پہلے ہی سے آپ سے سالنامے کے حوالے سے گفتگو شروع ہو گئی تھی، اب کے وقت گزرتے پتا ہی نہیں چلا اور شاید یہ سال نامے کی خوش خبری اور تحریروں کے الٹی میٹم کے حوالے سے ہماری اور آپ کی پہلی اور آخری گفتگو ہو۔ اس لیے کہ ہمیں سال میں سب سے اچھا مہینہ رمضان المبارک کا لگتا ہے اور سبھی مسلمانوں کو ہی ایسا لگتا ہو گا، اس لیے ہم اسی مہینے کو اپنے "سال نامے" کے لیے یا یوں کہہ لیں کہ "خصوصی اشاعت" کے لیے منتخب کرتے ہیں۔ جب فہمِ دین شروع ہوا تو پہلا سال نامہ اگست میں آیا تھا، پھر کچھ "سال نامے" جولائی میں آئے اور اب کے بار فہمِ دین کا چھٹا سال نامہ انشاء اللہ العزیز جون کے مہینے میں آئے گا۔ ہاں گرمی تو عروج پر ہو گی، زمین بھی تپ رہی ہو گی، لیکن مسلم کا جوشِ ایمانی بھی تو ٹھنڈا ہونے والا نہیں ہے، وہ بھی تو ٹھاٹھیں مار رہا ہو گا، اس کے ہونٹوں پر پپڑیاں تو جم سکتی ہیں، لیکن مجال ہے کہ ٹھنڈے پانی کا قطرہ حلق تک پہنچ پائے، آخر مسلم ماں کی کوکھ سے جنم لیا ہے، اور جذبہ ایمانی سے بھرپور ماں کی چھاتیوں کا دودھ پیا ہے، اس کی تو گھٹی میں ہی غیرتِ ایمانی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، ماں جی نے اسے اللہ کا حکم توڑ کر پیاس بجھانا سکھائی ہی کب تھی؟ خیر رمضان کا نام آئے اور دِل تڑپنے نہ لگے اور قلم مچلنے نہ لگے، یہ ایک مسلمان سے تو ہو نہیں سکتا۔ انشاء اللہ اس پر تو گفتگو پھر جون کے مہینے میں "ایمان کے موسمِ بہار" میں ہی ہو گی۔

ابھی تو ہم صرف اتنا کہنا چاہ رہے ہیں کہ ہاتھی نکل گیا اور دم باقی رہ گئی ہے۔ رمضان المبارک آنے میں تو اگرچہ دو مہینے باقی ہیں، لیکن "خصوصی اشاعت" تیار ہونے میں نہیں، اس لیے کہ دو مہینے بعد تو یہ اپنی پوری سج دھج کے ساتھ آپ کے گھر میں موجود آپ سب کے ہم راہ رمضان المبارک کا استقبال کر رہا ہو گا۔ "خصوصی اشاعت" تیار ہونے میں تو صرف ایک مہینہ باقی ہے۔ صبا یونس کی تحریر "میں صحابی بنوں گا" تو ہم رمضان کے لیے منتخب کر چکے ہیں، اسی طرح کلیم اللہ ہشام کی تحریر "ہمارے بچے اور ہماری لاپرواہی" بھی منتخب کر چکے ہیں اور صفحات یقیناً عام شمارے سے زیادہ ہوں گے، لیکن پھر بھی محدود ہوں گے اور وقت تو پہلے ہی محدود ہے، اس لیے کاغذ قلم اٹھائیں اور میدانِ عمل کے راہی بن کر دِلوں کو چھو جانے والی ایک تحریر رقم کر ڈالیں، ہاں ہو صرف ایک صفحے کی اور رمضان المبارک کی مناسبت سے منفرد اور اچھوتے انداز کی ہو اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ مئی 2016ء کا سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے ہمیں موصول ہو جائے تو انشاء اللہ جون 2016ء کا سورج طلوع ہوتے ہی وہ "خصوصی اشاعت" کے کسی اہم صفحے پر ضرور جگمگاتی نظر آئے گی، ورنہ ہم معذرت خواہ ہوں گے، پھر آپ کا دِل جلے گا، اور ہمارا بس نہیں چلے گا۔ اب جس کے دِل میں آئے وہ پائے روشنی... ہم نے تو دِل جلا کے سرِعام رکھ دیا۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

خوش خبری اور الٹی میٹم

مدیر کے قلم سے

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡ حَآجَّ اِبۡرٰہٖمَ فِیۡ رَبِّہٖۤ اَنۡ اٰتٰىہُ اللّٰہُ الۡمُلۡکَ ۘ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰہٖمُ رَبِّیَ الَّذِیۡ یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ ۙ قَالَ
اَنَا اُحۡیٖ وَ اُمِیۡتُ ؕ قَالَ اِبۡرٰہٖمُ فَاِنَّ اللّٰہَ یَاۡتِیۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ الۡمَشۡرِقِ فَاۡتِ بِہَا مِنَ الۡمَغۡرِبِ فَبُہِتَ الَّذِیۡ
کَفَرَ ؕ وَ اللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ 258

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

ترجمہ: کیا تم نے اس شخص کے حال پر غور کیا جس کو اللہ نے سلطنت کیا دے دی تھی کہ وہ اپنے پروردگار (کے وجود) کے بارے میں ابراہیم سے بحث کرنے لگا جب ابراہیم نے کہا کہ میرا پروردگار وہ ہے جو زندگی بھی دیتا ہے اور موت بھی تو وہ کہنے لگا کہ میں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں۔[1] ابراہیم نے کہا: "اچھا! اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تم ذرا اسے مغرب سے نکال کر لاؤ۔" اس پر وہ کافر مبہوت ہو کر رہ گیا۔ اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

تشریح نمبر 1... یہ بابل کا بادشاہ نمرود تھا جو خدائی کا بھی دعوے دار تھا۔ اس نے جو دعویٰ کیا کہ میں زندگی اور موت دیتا ہوں، اس کا مطلب یہ تھا کہ میں بادشاہ ہونے کی وجہ سے جس کو چاہوں موت کے گھاٹ اتار دوں اور جس کو چاہوں موت کا مستحق ہونے کے باوجود معاف کر کے آزاد کر دوں اور اس طرح اسے زندگی دے دوں۔ ظاہر ہے کہ اس کا یہ جواب قطعی طور پر غیر متعلق تھا، اس لیے کہ گفتگو زندگی اور موت کے اسباب سے نہیں بلکہ ان کی تخلیق سے ہو رہی تھی، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ یا تو موت اور حیات کی تخلیق کا مطلب ہی نہیں سمجھتا یا کٹ حجتی پر اتر آیا ہے، اس لیے انہوں نے ایک ایسی بات فرمائی جس کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، مگر لاجواب ہو کر حق قبول کرنے کے بجائے اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے قید کیا، پھر آگ میں ڈالنے کا حکم دیا، جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔

لغت قرآنی

تَرَ: آپ نے غور کیا	یُحۡیٖ: وہی زندہ کرتا ہے
اٰتٰىہُ: دیا اس کو	یُمِیۡتُ: وہی مارتا ہے
مُلۡکَ: سلطنت	فَاۡتِ: تم لاؤ
اَلَّذِیۡ: جو	بُہِتَ: حیران رہ گیا

لَا یَہۡدِیۡ: ہدایت نہیں دیتا

قرآن پاک میں مساجد کے نام

- مسجد الحرام
- مسجد الاقصیٰ
- مسجد نبوی
- مسجد ضرار

قرآن پاک میں کفار کا ذکر

- ابلیس
- فرعون
- ہامان
- آذر
- سامری
- ابولہب

قرآن کی بنیادی تعلیمات

- مادیت کو اخلاقی تقاضوں کے مطابق رکھنا
- ایمان
- توحید
- رسالت
- الکتاب
- آخرت
- دین
- نصب العین
- شرف انسانیت

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍ وقَالَ قَالَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ کَفَافًا وَقَنَّعَہُ اللّٰہُ بِمَا اٰتَاہُ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کامیاب اور بامراد ہوا وہ بندہ جس کو حقیقتِ اسلام نصیب ہوئی اور اس کو روزی بھی بقدر کفاف ملی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس قدر قلیل روزی پر قانع بھی بنایا۔ (رواہ مسلم)

تشریح: بلاشبہ جس بندہ کو ایمان کی دولت نصیب ہو اور ساتھ ہی اس دنیا میں گزارے کا کچھ ضروری سامان بھی اور پھر اللہ تعالیٰ اس کے دل کو قناعت اور طمانیت کی دولت بھی نصیب فرمادے تو اس کی زندگی بڑی مبارک اور بڑی خوش گوار ہے اور اس پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے اور دل کی طمانیت وہ کیمیا ہے جس سے فقیر کی زندگی بادشاہ کی زندگی سے زیادہ لذیذ اور پر مسرت بن جاتی ہے۔

فہمِ حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 206ھ میں ہوئی۔ آپؒ کا پورا نام مسلم بن حجاج اور آپ کی کنیت ابو حسین ہے۔ آپ عرب کے مشہور قبیلے بنو قشیر سے ہیں۔ آپؒ نیشاپور کے رہنے والے ہیں، جو خراسان کا ایک بڑا اور خوبصورت شہر ہے۔ آپؒ فنِّ حدیث کے اکابر میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپؒ تحصیلِ علم کے سلسلے میں بارہا بصرہ تشریف لے گئے۔ آپؒ نے اپنے زمانے کے مشہور محدّثین محمد بن یحیٰ ذہلیؒ، عبداللہ بن مبارک کے شاگرد اسحاق بن راہویہؒ، تلمیذ ابن المبارک (تلمیذ الامام الاعظم) محمد بن مہران جمالیؒ، ابو غسان مسمعیؒ، امام ابو یوسفؒ کے شاگرد امام احمد بن حنبلؒ اور سعید بن منصور ابو مصعبؒ وغیرہ سے علمِ حدیث حاصل کیا۔

امام مسلمؒ کے کمالِ تقویٰ میں یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے اپنی پوری عمر میں کسی کی غیبت نہیں کی، نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کو برا بھلا کہا۔ صحیح و سقیم احادیث کی شناخت میں آپؒ اپنے تمام اہلِ عصر سے ممتاز تھے۔ ابو حاتم رازیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مسلمؒ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کس حال میں ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کو میرے لیے مباح کر دیا ہے، جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں۔ امام مسلمؒ کی چند مشہور تالیفات یہ ہیں: صحیح مسلم، مسند کبیر، کتاب الاسماء والکنی، کتاب العِلل، کتاب اوہام المحدّثین، کتاب طبقات التابعین، کتاب مشائخِ مالکؒ، کتاب مشائخِ الثوریؒ، کتاب حدیثِ عمرو بن شعیب۔ آپ کا انتقال 55 سال کی عمر میں 261ھ میں ہوا۔

کتنا خوش قسمت ہے

وہ انسان جو ایک ماہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کو یاد کرلے اور حدیث کی یہ قیمتی دولت اپنے ساتھ قبر کا نور بنا کر لے جائے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ

جو اللہ کے لیے جھکتا ہے، اللہ اس کو بلند کرتے ہیں۔ (بیہقی)

کسبِ حلال عین عبادت ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

- تم میں سے کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھڑا اپنی کمر پر رکھے یہ اس سے بہتر ہے کہ کسی کے سامنے دستِ سوال پھیلائے، پھر وہ اسے دے یا منع کر دے۔ (مسلم)
- داوٗد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے۔ (بخاری)
- کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا کبھی نہیں کھایا۔ (بخاری)

لغاتِ احادیث

اَفْلَحَ: کامیاب ہو   قَنَّعَہُ: قانع بنایا   اٰتَاہُ: اس کو دیا

کَفَافًا: کفاف (کفایت والی)

Burger Shack

07

آئینہ زندگی

دل کی اصلاح

حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

دل ٹھیک تو سب کچھ ٹھیک

دل دنیا میں انسان کی پیدائش سے پہلے اپنا کام شروع کر دیتا ہے۔ انسان دنیا میں بعد میں آتا ہے اس کا کام پہلے سے شروع ہو جاتا ہے اور مرتے دم تک یہ دل اس انسان کے لیے مسلسل کام کرتا رہتا ہے۔ جسمانی زندگی کے لحاظ سے اس کی اہمیت سے سب ہی واقف ہیں۔ دل ٹھیک ہے تو صحت ٹھیک ہے، دل خراب ہے تو صحت خراب ہے۔ یہ صحیح کام کر رہا ہے تو پورا جسم صحیح کام کر رہا ہے۔ اگر اس نے کام کرنا چھوڑ دیا تو پورے جسم نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ میرے اور آپ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ انسان کی پوری زندگی میں بھی اس دل کا کردار ہے۔ اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلاَ وَهِيَ الْقَلْبُ یہ ٹھیک ہے تو سب ٹھیک ہے اور اگر یہ خراب ہے تو سب خراب ہے۔ یہ ٹھیک ہو جائے تو انسان کے سارے اعمال، ساری زندگی ٹھیک ہو جائے۔ اسی لیے جب اللہ کے نبی ﷺ دنیا میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کے بعثت کے مقاصد میں ایک مقصد یہ بھی تھا وَيُزَكِّيهِمْ تزکیہ یعنی دل کو پاک کرنا۔

دل کی پاکی کیا ہے؟

دل کی پاکیزگی ایسی پاکیزگی ہے کہ ساری زندگی کی پاکی اور طہارت کا تعلق اسی دل کے ساتھ ہے۔ یہ صاف ستھرا ہو جائے اس کے ارادے، اس کے جذبات، اس کی خواہشات صحیح اور جائز ہوں تو یہ دل کی پاکی ہے۔

عاجزی وانکساری

ہر انسان کے دِل میں یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ مجھے عزت ملے، کیوں کہ اگر یہ نہ ہو تو لوگ اسے کھلونا بنا دیں گے، ہر کوئی اسے ذلیل کر دے گا۔ یہ انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ عزت چاہتا ہے لیکن یہی جذبہ اگر حد سے بڑھ جائے گا اور اپنے آپ کو سب سے بالا سمجھے گا، کہ میرے پاس گاڑی ہے اس کے پاس گاڑی نہیں ہے، میرے پاس بڑا عہدہ ہے اس کے پاس بڑا عہدہ نہیں ہے، میں خوش حال ہوں یہ تنگ دست ہے، میرے پاس ہنر ہے اس کے پاس ہنر نہیں۔ جہاں یہ جذبہ بڑھا کہ میں اس سے بہتر ہوں، یہ تکبر ہے اور بہت بڑا گناہ ہے۔ بندے کو کہاں تکبر زیبا ہے۔ یہ تو نرا گندگی کا ڈھیر ہے۔ یہ تو محض اللہ کا فضل ہے کہ اس نے انسانیت کی شکل اور انسانیت کا مرتبہ دے دیا ورنہ وہ ایسے قطرے سے آیا کہ پہلی نظر پڑے تو گندگی ذہن میں آئے، کپڑے پہ لگے تو ناپاک ہو جائے اور جسم پہ لگے تو دھونا ضروری ہو، یہ تو اس اللہ کی قدرت ہے، شان ہے کہ اس نے اتنا خوبصورت رنگ بھر دیا، اچھی تصویر بنا دی، اتنی صلاحیتیں رکھ دیں۔ اس کو تو خاکساری، تواضع، انکساری اور عاجزی اچھی لگتی ہے۔

مٹی سے پیدائش میں حکمت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ مٹی کی کچھ خوبیاں ہیں: ایک خوبی یہ ہے کہ جب کوئی چیز اس میں گرتی ہے تو اسے اپنے اندر چھپا لیتی ہے۔ اچھا انسان وہ ہے جو دوسروں کے عیبوں پہ پردہ ڈال دیتا ہے، عیب چھپا دیتا ہے اور جو یہاں کسی کے عیب چھپاتا ہے اللہ محشر میں اس کے عیب چھپا دے گا۔ مَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، جو یہاں پردہ پوشی کرے گا اللہ وہاں اس کے عیبوں پر پردے ڈال دے گا اس لیے بندے کی عزت کا خیال رکھا کریں۔

دوسری خوبی یہ ہے کہ ایک دانہ زمین میں ڈالیں، یہ کئی دانے واپس کرتی ہے، لیتی کم ہے اور دیتی زیادہ، اسی طرح انسان کو بھی چاہیے کہ وہ حق کا مطالبہ کم کرے اور حقوق کی ادائیگی زیادہ کرے، اس کا ہاتھ لینے والا کم اور دینا والا زیادہ ہو۔ چھوٹے سے پودے کو پروان چڑھاتی ہے مٹی۔ اسی طرح اچھا مربی، اچھا باپ اور گھر کا اچھا ذمہ دار وہ ہے جو اپنے ماتحتوں کی بہترین تربیت کرے۔

ایک خوبی مٹی کی یہ ہے کہ جب تک نیچے رہتی ہے کام کی ہوتی ہے اور جب گرد بن کر اڑتی ہے اور آنکھوں میں پڑتی ہے تو لوگ اسے جھاڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح جب تک یہ بندہ عاجزی دکھاتا ہے لوگ اسے سروں پہ بٹھاتے ہیں، دلوں میں رکھتے ہیں۔ جب یہ تکبر کرتا ہے تو لوگوں کی نظروں میں حقیر اور ذلیل ہو جاتا ہے۔ کوئی اسے پسند نہیں کرتا۔

دل سے عاجزی... پستی میں بلندی

کتنی زندگیوں میں بگاڑ کی وجہ یہی دِل میں تکبر کا جذبہ ہے۔ کتنے گھر اسی وجہ سے ٹوٹتے ہیں کہ اس نے میرا مقام نہیں پہچانا، اس نے مجھے عزت نہیں دی، اس نے مجھ سے پوچھا نہیں، اس نے میرا خیال نہیں کیا۔ میاں! عاجزی اختیار کرو، چھوٹے بن کے رہو، سچ ہے جو چھوٹا بن کے رہتا ہے اللہ لوگوں کے دلوں میں اسے بڑا کر دیتا ہے، مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ۔ کسی چیز کی چاہت ہونا یہ انسان کا جذبہ ہے کہ یہ چیز مجھے مل جائے۔ یہ جذبہ انسان کی فطرت میں ہے، لیکن جب یہ جذبہ اپنی حد میں نہ رہے کہ کسی کے پاس کوئی چیز دیکھی تو جلن پیدا ہو گئی کہ اسے کیوں ملی اور جلن اس حد تک پہنچی کہ یہ مجھے ملے یا نہ ملے اس سے وہ چیز چھن جائے، اس کے پاس نہ رہے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دل کی ایسی سوکھی بیماری ہے کہ لکڑیوں کا ایک ڈھیر ہو اور وہاں آگ لگا دی جائے تو سب خاک میں تبدیل ہو جاتا ہے، اسی طرح نیکیوں کا ڈھیر ہو اور اس کی یہ باطنی بیماری اس کی ساری نیکیوں کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ یہ حسد ہے اور کسی کروٹ سکون نہیں لینے دیتا۔

حسد... دِل کی ایک مہلک بیماری اور اس کا علاج

حضرت تھانویؒ نے فرمایا: حسد دِل کی بیماریوں میں سے ایک بڑی بیماری ہے، اس کا علاج کر لو اور اس کا علاج یہ بتایا کہ جس سے حسد ہو اس کی پیٹھ پیچھے اس کے لیے اور ترقی کی دعا کیا کرو اور لوگوں کے سامنے ہمیشہ اس کا اچھا تذکرہ کیا کرو اور سلام میں اسے پہل کیا کرو اور کبھی کبھی اسے تحفہ بھی دے دیا کرو اس سے دل پہ تیر تو چلیں گے لیکن اس بیماری سے نجات مل جائے گی۔

دل پر لگے داغوں کی صفائی

جسمانی لحاظ سے ہم اس دل کی کیفیت سے خوب واقف ہیں۔ اس میں ذرا سی تکلیف اور بیماری آجائے تو بے چین ہو جاتے ہیں تو اگر اس کے دل کے اندر کینے کے، بغض کے، حسد کے، تکبر کے، ہوس کے، بداخلاقی کے داغ لگے ہوں تو اللہ کے دربار میں ان داغوں کے ساتھ جانا کتنے خطرے کی بات ہے۔ اچھے اخلاق دین کا ایک بڑا حصہ ہے۔ اسی سے گھر بنتے ہیں اور بداخلاقی سے گھر نہیں بنتے۔ آج اسی بداخلاقی کی وجہ سے ہم میں اتحاد نہیں رہا، محبت ناپید ہوتی جا رہی ہے، تواضع و ایثار کا جذبہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔

دِل کا تکبر و حرص: اتحاد و محبت کا قاتل

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرمایا کرتے تھے کہ جہاں دو چیزیں ہوں گی وہاں تمہیں کبھی آپس میں محبتیں نہیں ملیں گی، اتفاق نہیں ملے گا، چاہے وہ گھر ہو، کوئی جماعت ہو، ادارہ ہو۔ فرمایا: وہ دو چیزیں ہیں تکبر اور حرص۔ جہاں تکبر ہو گا وہاں ٹوٹ پھوٹ ہو گی، ہر شخص جب اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا تو کہاں اتفاق ہو گا اور حرص کہ مجھے مل جائے، میں آگے بڑھ جاؤں، میں نمایاں ہو جاؤں، میری تعریف ہو جائے، وہاں نفرت ہی نفرت ہو گی۔

دِل کی تواضع و ایثار... اتحاد و یگانگت کا ذریعہ

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تکبر اور حرص کے بدلے دو اچھے اخلاق پیدا ہو جائیں تو اتفاق آجائے گا۔ ایک ہے تواضع اور دوسرا ہے ایثار کیوں کہ جب ہر آدمی اپنے کو چھوٹا سمجھے گا تو آپس میں اتفاق ہو گا اور دوسرا ایثار کہ اپنے آپ کو پیچھے رکھنا اور دوسرے کو آگے رکھنا، اپنی راحت و آرام کو پیچھے رکھنا اور دوسرے کو راحت و آرام دینا، اپنی خواہشات کو قربان کر دینا اور دوسرے کی خواہشات کی رعایت رکھنا، جہاں یہ ایثار ہو گا اور تواضع ہو گی وہاں اتفاق بھی ہو گا۔ تو میرے عزیزو! اچھے اخلاق سے دنیا بھی سنورتی ہے اور اللہ کا قرب بھی نصیب ہوتا ہے اور اخلاق کی بنیاد اور سرچشمہ اس دل کی اصلاح ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں اس دل کی اصلاح کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

کلمہ طیبہ کا رشتہ

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

اللہ نے ہمیں اور آپ کو ایک ایسے رشتے میں پرویا ہے، جس رشتے کے درمیان کوئی سرحد حائل نہیں ہے اور نہ کوئی زبان اس کے درمیان حائل ہے اور وہ رشتہ ہے کلمہ طیبہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کا۔ مجھے یاد ہے آج سے تقریباً بیس پچیس سال پہلے مجھے چین کے سفر کا اتفاق ہوا۔ اس وقت چین میں پہلی بار باہر کے لوگوں کے لیے دروازے کھلے تھے اور وہاں کے مسلمانوں کو بھی تمام ملکوں میں آزادی کے ساتھ جانے کا موقع ملا تھا۔ میں ایک وفد لے کر گیا تھا۔ وہاں ایسے خطوں میں جانے کا اتفاق ہوا کہ چوہتر سال سے اِن کی آبادیاں کسی غیر ملکی سے ناآشنا تھیں اور وہاں ایک بہت بڑا صوبہ جہاں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد تھی، اُن میں ایک عجیب بات یہ تھی کہ ہم چینی زبان سے بالکل ناآشنا تھے اور وہ اُردو، عربی، فارسی ہر قسم کی زبان سے ناواقف، وہ اپنے جذبات کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔ چینی زبان کی خصوصیت یہ تھی کہ دس دِن وہاں گزارنے کے بعد بھی اس کا ایک لفظ بھی پلّے نہیں پڑھا، جب کہ دوسری جگہ آدمی کچھ دِن رہتا ہے تو وہاں کی زبان کچھ نہ کچھ سیکھ لیتا ہے، جیسے سلام، خیریت، شکریہ وغیرہ، لیکن ان لوگوں کا لب ولہجہ بھی ایسا کہ ہمارے لہجے سے بہت مختلف۔ حتیٰ کہ وفد کا امیر میں تھا، روزانہ ریڈیو اور ٹی وی پر میرا نام آیا کرتا تھا۔ آج ہم فلاں جگہ میں ہیں اور کل فلاں جگہ رہیں گے۔ تو میرے ساتھیوں نے کہا کہ ہم نے خبریں سنیں تو اس میں آپ کا نام آیا ہے تو میں نے بھی سننا چاہا اور پوری خبریں سنیں، لیکن میرے نام کا کہیں نام ونشان تک نہ آیا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ وہ میرا نام بہت ہی بگاڑ کر بولتے تھے۔ وہ ''ق'' کو ''ت'' بولتے تھے تو زبان کا فرق، مزاج کا فرق، لیکن حالت یہ تھی کہ ہمارا قافلہ برفانی چوٹیوں سے گزرتا تھا، جب وہاں معلوم ہوتا کہ ہمارا قافلہ گزرنے والا ہے تو لوگ کئی کئی گھنٹوں سے برفانی چوٹیوں کے دامن میں کھڑے ہوئے ہمارا انتظار کر رہے ہوتے تھے اور جب ہم ان کے پاس سے گزرتے تو اُن کے پاس اور کچھ کہنے کو نہیں تھا تو وہ دور سے نعرہ لگاتے تھے، السلام علیکم اور اِن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوتے تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کلمہ طیبہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کا رشتہ ہی ایسا بنایا ہے، جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ سرحدوں، نسلوں اور زبانوں کا فاصلہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اللہ کے فضل وکرم سے اس نے ہمیں اس رشتے میں پرویا ہے تو انشاء اللہ یہ رشتہ لازوال رشتہ ہے۔

Shangrilla
11

نوشتہ تقدیر

اسلام اللہ خان

کاروبار میں ناکامی ہو' امتحان میں ناکامی ہو یا محبت میں ناکامی ہوئی ہو۔ متاثرین کو اکثر قسمت اور سوختہ بختی و نوشتۂ تقدیر کی اثر اندازی کا شکوہ کرتے ہوئے اور رونا روتے دیکھا ہے۔ ان ناکامیوں کے پیچھے چاہے اپنی ہی بے عملی' ناقص کارکردگی یا چاہت میں اخلاص کے فقدان کا عمل دخل ہو۔ ان عناصر کو رکھا ایک طرف۔ جھٹ اپنی ناکامی کی ٹوپی نوشتۂ تقدیر کے سر منڈھی' سوختہ بختی کو ہدف بنایا اور اپنے کردار کو ان تمام معاملات میں بری الذمہ قرار دے کر ہلکے پھلکے ہو گئے۔

تین افراد مسجد سے باہر نکلے اور قدم سے قدم ملاتے ہوئے چل پڑے۔ ایک قریشی صاحب تھے' جن کا دودھ کا کاروبار تھا۔ قسمت کے ایسے دھنی تھے کہ دودھ فروشی کا کام پہلے ہی دن سے چلنے کے ساتھ دوڑنے لگا تھا۔ دوسرے اختر صاحب تھے جو کچھ عرصہ پہلے محکمۂ پولیس سے ایس پی کے عہدے سے ریٹائر ہوئے تھے۔ دورانِ ملازمت جمع کی ہوئی اوپر کی آمدنی کا کوئی حساب شمار نہیں تھا۔ اتنی تھی کہ سنبھالی نہیں جاتی تھی۔ پاپ کارن کے کھلے ہوئے پھولوں کی طرح اوون میں سے چھلکی پڑتی تھی۔ فنڈ کی رقم نے تو مسئلہ پیدا کر دیا کہ ان کا کیا کریں۔ سوچا کسی ایسے کام میں لگایا جائے جس سے رزقِ حلال کھایا جاسکے۔ چناں چہ ایک کاشت کار سے مل کر اس کی پیاز کی تیّار فصل خرید لی۔ یہ سوچ کر کہ بقر عید کے پکوان اور محرم کے حلیم کی دیگیں چڑھنے کے دن آنے والے ہیں' پیاز کی ڈیمانڈ بڑھ جائے گی اور منہ مانگی قیمت ملے گی۔ کاروباری دنیا میں اختر صاحب کی یہ پہلی انٹری تھی۔ جس میں قدرت نے انکا ساتھ نہیں دیا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی نیّت میں کھوٹ شامل ہو چکی تھی۔ پیاز کو نکالنے میں ابھی دو دن باقی تھے کہ اچانک طوفانی بارشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ساتھ ہی سیلابی ریلے نے جب تناور درخت اُکھاڑ دیے تو بچاری پیاز کی اوقات کیا تھی۔ پانی کے سطح کے اوپر آکر کرکٹ کی گیند کی طرح لڑھکتی چلی گئی۔ ایسا لگتا تھا کہ آسمان سے پانی نہیں پیاز برسی ہے۔ فصل کی بات چیت کے بعد قیمت کی طے شدہ ادائیگی پہلے ہی کر دی تھی۔ ہاتھ کٹوا چکے تھے اب کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے۔ سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ بقول انکے کہ قسمت کے لکھے کے آگے کس کی چلتی ہے۔ خود کو بے بس سمجھ لیا۔

پھر کچھ عرصے کے بعد جب پیاز کے نکالے ہوئے آنسو خشک ہو گئے تو کسی مہربان کے مشورے سے پولٹری فارم کے کاروبار میں ہاتھ ڈالا کہ شاید مرغیاں سونے کے انڈے دینے لگیں۔ اس طرح پچھلے نقصان کا ازالہ بھی ہو جائے گا اور وارے کے نیارے بھی۔ اختر صاحب جنہوں نے ملازمت کے دوران کبھی قسمت کے لفظ کو کبھی بیچ میں آنے کی زحمت نہ دی تھی' ہُن برس رہا تھا۔ دولت کی ریل پیل تھی' اس لئے بے فکری اور بے نیازی نے ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ زبان بندی کی ہوئی تھی' اب قسمت کے آگے بے بس نظر آرہے تھے۔

شاکیٔ قسمت بنتے ہوئے انہوں نے دنیا بھر کی ناکامیوں کی تلخی اپنی آواز میں سموئے ہوئے کہا: "کیا سناؤں یار قریشی! میری تو قسمت ہی خراب ہے۔ اب دیکھیے ناں پہلا کام پیاز کا کیا اس نے آٹھ آٹھ آنسوں رلا دیے۔ پھر پولٹری فارم کے کام میں ہاتھ ڈالا تو قسمت کے انگاروں نے ہاتھ جلا ڈالا۔ سر منڈاتے ہی اولے پڑنے کا تجربہ ہوا۔ مرغیاں لاکر ڈالی ہی تھیں کہ رانی کھیت کی وبا پھیل گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے پچّیس فیصد مرغیاں چٹ پٹ ہو گئیں۔ باقی کے انجام کی فکر دامن گیر ہوئی کہ ان کا کیا کروں؟ حسنِ اتّفاق سے ایک پارٹی نے یک مُشت قیمت لگا کر باقی مرغیاں خریدنے کی آفر دی تو مجھے لگا کہ یہ غیبی اِمداد ہے۔ کلّی نقصان سے بچنے کے لئے جُزوی نقصان کو برداشت کر لینا غیبی اشارہ سمجھ کر قبول کر لیا۔ لٰہذا باقی ماندہ مرغیاں اونے پونے بیچ کر پیسے کھرے کیے اور اس کاروبار کو بھی کر دیا' نہ کرتا تو کیا کرتا۔ اب مرغی خانے کی موجودگی رِستے زخموں کی ٹیسوں کو یاد دلاتی رہتی ہے۔

"اختر صاحب! یار یہ تو آپ کے ساتھ بہت بُرا ہوا۔" قریشی صاحب نے سراپا افسوس بن کر کہا۔

"دوستو! میری حالت تو آتش لکھنوی کے اس شعر کے مصداق ہو گئی ہے

نہ پوچھ عالمِ برگشتہ طالعی آتش
برستی آگ جو باراں کی آرزو کرتے

قاری علیم خان جو ابھی تک خاموش تھے' بولے: "انسان کو چاہیے کہ کوئی کام شروع کرنے سے پہلے یہ دیکھ لے کہ اس کی کچھ سمجھ بوجھ یا تجربہ بھی ہے؟"

"چھوڑو علیم خان! کوئی بھی شخص کسی کام کا تجربہ ماں کے پیٹ سے سیکھ کر نہیں آتا۔ قریشی صاحب نے بھی تو جب دودھ کا کاروبار شروع کیا تھا۔ ان سے پوچھیے کہ اِنہیں کتنا تجربہ تھا' نہ تو دودھ فروشی ان کا آبائی پیشہ تھا جو کہا جاتا کہ تجربہ ان کو ورثہ میں ملا تھا' نہ انہیں یہ معلوم تھا کہ پانی کو دودھ میں ملایا جاتا ہے یا پھر دودھ کو پانی میں۔" اختر صاحب نے یہ بات تفنّنطبع کی خاطر کہی تھی' لیکن قریشی صاحب کو یوں محسوس ہوا جیسے اختر صاحب نے اُن کی دُکھتی رگ پر پاؤں رکھ دیا ہو۔ اِدھر دُم زخمی ہوئی' اُدھر دل پر سچی بات سے بھالے سے چل گئے۔ "یار اختر صاحب آپ تو ایسا نہ کہیں' پولیس والے تھے آپ! میرا منہ نہ کھلوائیں' ایسا نہ ہو کہ منہ سے پھول جھڑنے کے بجائے شعلے نکلنے لگیں۔ میں جس مقام پر پہنچا ہوں اس میں اللہ کے فضل اور میری محنت کا بڑا دخل ہے۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" علیم خان نے قریشی صاحب کی حمایت میں بول کر بات کو بگڑنے سے پہلے ہی بچا لیا۔

"اختر صاحب! میں بھینسوں کا اپنا باڑہ کھول کر ڈیری فارم کا کام شروع کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ کام بہت بڑھ جائے گا' اکیلے سنبھال نہیں سکوں گا۔ آپ میرے دوست ہیں' اس لیے پولیس والا ہونے کے باوجود میں چاہوں گا کہ آپ میرے رفیقِ کاروبار بن جائیں۔" قریشی صاحب نے اختر صاحب کو اپنے کاروبار میں شریک ہونے کی پیش کش کر دی۔

"اختر صاحب! یہ ایک دوست کی مخلِصانہ پیش کش اور معصومانہ تجویز ہے۔ جب پیسہ کمانا ہی کاروبار کا مقصد ہے تو قریشی صاحب کی آفر قبول کرنے میں کیا قیامت ہے جب قدم جم جائیں تو بیچ میں دیوار کھڑی کر کے الگ ہو جایئے گا جیسا کہ اکثر لوگ کرتے ہیں۔" علیم صاحب نے ٹوکتے ہوئے قریشی صاحب کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ مجھے ایسا سمجھتے ہیں۔" اختر صاحب نے پہلی بار مسکراتے ہوئے کہا۔

"پولیس کی نوکری سے ریٹائر کسی شخص سے یہی توقع کی جاسکتی ہے۔" قریشی بولے۔

"میں پولیس والا جب تھا' تب تھا۔ اب زندگی کے اُس باب کو بند کر کے آیا ہوں' اب تو یاروں کا یار ہوں۔"

"واہ!" قریشی صاحب کو طالبِ علمی کے دور میں پڑھا ہوا غالبؔ کا شعر یاد آگیا۔

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زودِ پشیماں کا پشیماں ہونا

"لیکن دوستو! ڈرتا ہوں کہ میں قریشی کے کاروبار میں خلوصِ دل سے شرکت کروں اور میری قسمت اور تقدیر پھر غالب آجائے اور قریشی صاحب کے کاروبار کو متاثر نہ کر دیں۔ ناں بابا ناں" اختر صاحب نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے اپنے اندیشے کا اظہار کیا۔

"بس اختر صاحب! بہت ہو چکی قسمت کی بھرے بازار میں رسوائی' کیوں قسمت کے بھنور میں اپنے سفینے کو پھنسا کر ڈول رہے ہیں۔ میری ایک بات سنیے قسمت یا مقدر ایک حقیقت ہے' اس سے آنکھیں نہیں چُرائی جاسکتی' لیکن اس کے معنیٰ یہ بھی نہیں کہ بلا سوچے سمجھے خود کو قسمت کے حوالے کر کے نوشتۂ تقدیر کے نام پر بے عملی کے صحرا میں یا برائیوں کے دلدل میں دھنسنے کے لئے خود کو دھکیل دیا جائے بل کہ انسان اپنی زندگی کو بنانے یا بگاڑنے کا خود ہی ذمّہ دار ہوتا ہے۔"

"تو پھر کیوں کہا جاتا ہے کہ جو کچھ قسمت میں لکھا ہوا ہے' اُسی کے مطابق عمل ہو گا۔"

"اس قسم کی سوچ کم علمی اور صحیح دینی علم کے فُقدان کا نتیجہ ہے۔ انسان کے ظاہری و باطنی اعمال و واقعات کے کوائِف و حقائق پر نظر ڈالئے تو یہ بات خود اظہر من الشّمس ہو جائے گی کہ انسان اپنے اعمال کرنے میں خود مختار ہے اور اس کا عمل نوشتۂ تقدیر کے تابع نہیں ہے۔ تقدیر صرف اور صرف اعمال کے پیشگی علم کا نام ہے اور بس۔ مفکرِ اسلام علامہ محمد اقبالؒ نے ایک جگہ فرمایا:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

اس مصرعہ کا مفہوم بہت واضح ہے کہ جنت اور جہنم کا دار و مدار انسان کے اعمال پر ہے' ہاں البتہ آدمی جو اعمال (نیک و بد) بھی انجام دیتا ہے وہی اس کی تقدیر میں بھی اللہ کے پیشگی علم کے مطابق لکھے ہوتے ہیں۔ اور اسی بات کو رسول کریم ﷺ نے بھی اس انداز میں فرمایا ہے کہ: "الدنیا مزرعة الاخرة"

نوشتۂ تقدیر کو بے عملی کا بہانہ بنانے کا شوشہ پہلے زمانے کے ایک بے عمل فرقے "جبریہ" کا ایجاد کردہ ہے' جو یہ کہتا ہے کہ انسان تو مجبورِ محض ہے۔ وہ زندگی میں جو عمل انجام دیتا ہے وہ اپنی مرضی اور خواہش سے نہیں کرتا بلکہ وہی کچھ کرتا ہے جو اسکی تقدیر میں اسکی پیدائش کے وقت لکھ دیا گیا ہے' لٰہذا اب انسان کے بس اور اختیار میں کچھ نہیں ہے۔ اور یہ بہانہ کر کے ہر قسم کی برائی کرنے پر تیار ہو گئے اور الزام تقدیر کو دیتے رہے۔

جبریہ فرقے کا یہ باطل عقیدہ دراصل ایک غلط فہمی کی بناء پر وجود میں آیا ہے اور وہ یہ کہ بخاری و مسلم کے حوالے سے رسولِ کریم ﷺ کی یہ حدیث ہم تک پہنچی ہے کہ : انسان کی پیدائش کے وقت چار چیزیں لکھ دی جاتی ہیں :

1...اس کا رزق	2...اس کی عمر
3...اس کے اعمال	4...اسکی نیک بختی و بد بختی

اس حدیث سے اس نادان فرقے نے یہ مطلب اخذ کیا کہ انسان کی قسمت اس کی پیدائش کے وقت لکھ دی جاتی ہے اور انسان پوری زندگی میں وہی نیک و بد اعمال انجام دیتا رہتا ہے جو اس کی قسمت میں رضائے الٰہی کے مطابق لکھے جا چکے ہوتے ہیں۔

لیکن جب ہم سورۃ الانفطار کی آیات 10 اور 11 کی تلاوت کرتے ہیں کہ ”اور بیشک تم پر نگران مقرّر ہیں۔ معزّز لکھنے والے۔ تم جو کچھ کرتے ہو‘ اُسے وہ جانتے ہیں (اور لکھتے رہتے ہیں)۔“ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان شریعت کے مطابق اپنے اعمال کرنے کا خود ذمہ دار ہے اور فرشتے انہیں لکھتے رہتے ہیں‘ جب کہ ما قبل والی حدیث میں اللہ کے ازلی علم (تقدیر) کا تذکرہ ہے‘ جو انسان کو کسی بھی لحاظ سے بے اختیار نہیں بناتی‘ یا اس کی مرضی کے بغیر کسی اور عمل کے کرنے پر مجبور نہیں کرتی‘ بل کہ اس کا مطلب صرف اور صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس کا کون سا بندہ اپنی زندگی میں کب اور کیسا کام کرے گا۔ اچھا یا بُرا‘ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے دائرے میں رہ کر یا اپنی خواہش کے مطابق تعلیمِ قرآنی کی حد سے تجاوز کر کے۔ تو معلوم ہوا کہ انسان اپنی زندگی میں جو کام کرتا ہے یا مستقبل میں جو کام کرے گا‘ وہ اللہ کے علم میں ہوتے ہیں‘ چناں چہ اسی علم ازلی کے مطابق یہ چار چیزیں بھی انسان کی پیدائش کے وقت اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں۔ یہ حدیث اللہ کے علم کے کمال کو تو ظاہر کرتی ہے‘ انسان کے مجبور اور بے اختیار ہونے کو بالکل نہیں بتاتی۔

اسی طرح اگر فرقہ جبریہ کی یہ بات درست مان لی جائے کہ انسان کا اپنا کوئی اختیار نہیں تو پھر رب کریم نے اپنے بندوں کو جو دعا سکھائی ہے کہ

”ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنةً وفی الآخرةِ حسنة وقنا عذاب النار“

اور اس جیسی اور بہت سی قرآنی دعاؤں کے نزول کی ضرورت باقی نہ رہتی۔

پھر اس بے اختیار انسان کو نہ تو جزا و سزا دینے کے لیے قیامت‘ آخرت‘ میدانِ حشر اور میزانِ عدل قائم کرنے کی کوئی ضرورت باقی رہے گی اور نہ نیک لوگوں کے لیے جنت اور برے لوگوں کے لیے جہنم کی سزا کا کوئی مطلب رہے گا۔ پھر آخرت اور اس سے متعلق دیگر تمام عقائد بے معنیٰ اور باطل ہو کر رہ جائیں گے۔“

”واہ علیم صاحب ! سبحان اللہ ! ماشاء اللہ ! آپ نے تو بڑی گتھیاں سُلجھا دیں‘ ہم لوگ تو حرص و ہوس اور خواہشات کے بندے ہیں۔ آپ نے دین کا صحیح معنیٰ میں مطالعہ کیا ہے۔ ہمارا دن جو پولیس کی نوکری کے دوران برائیوں کا مجموعہ بن گیا تھا اور اپنی ”بے اختیاری“ اور ”نوشتۂ تقدیر“ کو بہانہ بنا کر ہر حرام کو ہڑپ کرنے میں لگا ہوا تھا‘ اسے آپ نے ایمان افروز باتوں سے جلوہ گہِ نورِ حق بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر دے اور مجھ سے جو گناہ سرزد ہو چکے ہیں۔ ان کے لئے ربِ ذوالجلال سے معافی اور درگزر کا طلبگار ہوں۔ لیکن عمل میں کوتاہی کے لیے اب میرے پاس کوئی بہانہ نہیں ہے اور دین پر عمل کرنے کے لیے میں اپنے آپ کو مکمل طور پر مستعد پاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور ہم سب کو اس طرح کے شیطانی ہتھ کنڈوں سے بچنے اور دین پر پورا پورا عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین !

بقیہ

اپریل فول کی شرعی حیثیت

اور یہود و نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کے ہی دوست ہوتے ہیں‘ مسلمانوں کے نہیں۔ چناں چہ ارشادِ ربانی ہے : ”اے ایمان والو ! تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔“ اور نبی اکرم ﷺ نے اپنے مبارک ارشادات سے کفار کی مشابہت اختیار کرنے پر جا بجا تنبیہ فرمائی ہے۔ ارشادِ نبوی ہے : ”جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ (قیامت کے دِن) اُن ہی میں سے ہو گا۔“ اور مشابہت اختیار کرنے کا اثر ہو ہی جاتا ہے‘ چاہے اچھے لوگوں کی مشابہت اختیار کرے یا برے لوگوں کی‘ جب کہ ظاہری مشابہت کا اثر باطن پر بھی ہوتا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے : ”جب شکل و صورت اور طور طریقے میں مشابہت آتی ہے تو دِلوں میں بھی مشابہت پیدا ہونے لگتی ہے۔“

● **طلاق دینا :** بعض لوگ غیروں کی نقالی میں اپنی بیویوں کو مزاح میں طلاق بھی دے دیتے ہیں‘ جب وہ بے چاری غم زدہ ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تو اپریل فول ہے۔ یاد رکھیں : محبت ہو یا نفرت‘ غصہ ہو یا مزاح‘ طلاق واقع ہو ہی جاتی ہے۔ ارشادِ نبوی ہے : تین چیزیں ایسی ہیں‘ جو ارادے سے کی جائیں یا مزاح سے‘ ہر صورت میں واقع ہو جاتی ہیں : نکاح‘ طلاق اور رجوع۔

بہر کیف ! جب اپریل فول مذکورہ بالا اتنے بڑے گناہوں کا مجموعہ ہے‘ تو خدا عزّ و جل نے جس کسی کو بھی فہمِ سلیم عطا کیا ہو گا تو وہ غیروں کی اندھی تقلید کرنے کے ارتکاب سے گریز کرے گا اور اوروں کو راہِ راست پر لانے کی بھرپور کوشش کرے گا۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو غیروں کی ہر قسم کی تقلید سے بچنے کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین !

اپریل فول کی شرعی حیثیت

محمد مشتاق

اپریل فول جو دنیا بھر میں یکم اپریل کو منایا جاتا ہے‘ یہ بہت سارے گناہوں کا مجموعہ ہے‘ جس کی وضاحت مختصر طور پر ہم قرآن و حدیث کی روشنی میں کرتے ہیں۔

● **جھوٹ بولنا :** یکم اپریل کو لوگ جھوٹ بولنے کو جائز سمجھتے ہیں‘ حالاں کہ ”جھوٹ کو جھوٹ سمجھ کر بولا جائے تو کبیرہ گناہ ہے۔“ (مسلم) اور ”اگر جائز اور حلال سمجھ کر بولا جائے تو کفر کے دلدل میں پھنسنے کا خطرہ ہے۔“ (شرح فقہ اکبر) جب کہ ”ایسے لوگ ملعون بھی ہیں۔ چناں چہ ارشادِ ربانی ہے : ”جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو۔“ اور ایسے لوگ منافقین کی خصلتوں کے پیروکار بھی ہیں‘ چناں چہ ارشادِ نبوی ہے : ”منافق کی تین نشانیاں ہیں : (جن میں سے ایک یہ ہے کہ) جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے۔“ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا : ”جو شخص لوگوں کو ہنسانے کی خاطر جھوٹ بولتا ہے‘ اس کے لیے ہلاکت اور تباہی ہے۔“ ایک اور جگہ فرمایا : ”جب کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اسی کی پیدا کی ہوئی (یعنی جھوٹ کی) بدبو کی وجہ سے فرشتے اس سے کوسوں دور چلے جاتے ہیں۔“ جب کہ سچ بولنے والے کے لیے نبی ﷺ جنت کے ضامن ہیں اور اسے خدا تعالیٰ کے ہاں سچا لکھ دیا جاتا ہے اور جنت کے کنارے پر محل بھی بنا دیا جاتا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے : ”تم لوگ اپنے بارے میں مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو تو میں تمہارے جنت میں جانے کا ضامن بنتا ہوں؛ جس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب بھی بولو‘ سچ بولو۔“ ایک اور جگہ فرمایا : ”ہمیشہ سچ بولو‘ کیوں کہ سچائی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور جو شخص سچ بولتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے‘ اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں سچا لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو کیوں کہ جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم میں لے جاتے ہیں اور جو شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے‘ اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔“

● **خیانت :** مومن سے ہر قسم کی برائی ہو سکتی ہے‘ مگر وہ خائن اور جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا : ”مسلمان جھوٹ اور خیانت کے علاوہ ہر طرح کی خصلت پر پیدا کیا جاتا ہے۔“ ایک اور جگہ فرمایا : ”بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایک بات کہو‘ جس سے وہ تمہیں سچا سمجھے‘ حالاں کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔“

● **دھوکا :** مسلمانوں کو کسی بھی معاملے میں دھوکا دینے کی وجہ سے مسلمان‘ نبی ﷺ کا پیروکار نہیں رہتا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا : ”جو شخص ہمیں دھوکہ دے‘ وہ ہم میں سے نہیں۔“

● **ایذائے مسلم :** جس نے کسی بھی مسلمان کو تکلیف پہنچائی‘ اس نے بڑے گناہ کا کام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : ”بے شک جو لوگ ناحق ایذا پہنچاتے ہیں مومن مردوں اور عورتوں کو‘ انہوں نے بہتان اور بڑا گناہ اٹھایا۔“ جب کہ کامل مومن وہ ہے کہ اس کی تمام حرکات و سکنات سے دوسرا مومن محفوظ رہے۔ چناں چہ ارشادِ نبوی ہے : ”مسلمان تو وہ ہے جس کی ایذا رسانی سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔“

● **انسانی جان‘ مال اور آبرو کی پامالی :** مذاق اور جھوٹ میں غلط خبریں پہنچانا بعض اوقات خطرناک قسم کے حادثات کا سبب بن جاتی ہیں۔ جیسے مثلاً اگر کوئی حادثہ حقیقتاً پیش آیا ہو‘ مگر بعض اوقات اس خبر کو اپریل فول سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے‘ نیز اس دِن لوگ ایک دوسرے کو غیبت اور بہتان کے‘ اپنے حسد کو پورا کرنے کے اور لڑائی جھگڑے اور گالم گلوچ کے ایس ایم ایس یا کال کرنے کے ذریعے سے خوشی کا اظہار کرتے ہیں‘ حالاں کہ یہ اعمال سراسر اسلام کے منافی ہیں۔

● **مشابہت :** مسلمان کے لیے کفار کے کسی بھی طریقے میں کامیابی نہیں‘ بل کہ حقیقی فلاح و بہبود نبی اکرم‘ شفیعِ اُمم‘ صاحبِ جود و کرم‘ احمدِ مجتبیٰ‘ محمد مصطفیٰ ﷺ کے مبارک طریقوں میں ہیں۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : ”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ موجود ہے۔“ اور جو دینِ اسلام کی توہین کرنے میں کوشاں رہتے ہیں‘ وہ مسلمانوں کے دوست نہیں‘ بل کہ دشمن ہیں۔ چناں چہ ارشادِ ربانی ہے : ”مسلمانو ! اُن لوگوں کو دوست نہ بناؤ‘ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنائے ہوئے ہیں‘ (خواہ) وہ اُن میں سے ہوں جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے یا کفار ہوں۔“ (بقیہ ص 14 پر)

امام مسروق رحمۃ اللہ علیہ

حذیفہ رفیق

حضرت مسروق بن اجدع رحمۃ اللہ علیہ کا شمار کِبار تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ عراق کے مشہور شہر ''کوفہ'' کے رہنے والے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق قبیلۂ ہمدان سے تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں موجود تھے لیکن زیارت نہ کرسکے، اس لیے تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ کبار صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آپ نے احادیث سنیں اور روایت بھی کیں جن میں حضرت عمر بن خطاب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابی بن کعب، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

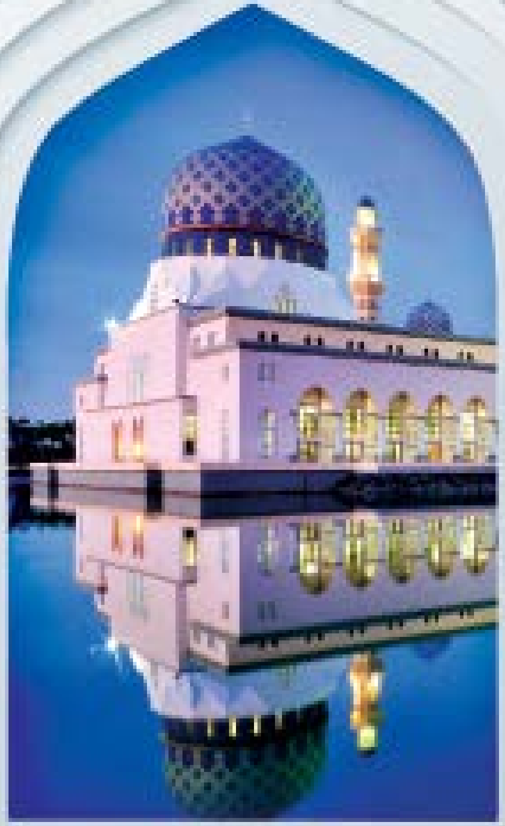

''مسروق'' کا مطلب عربی زبان میں ''چرایا ہوا'' ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بچپن میں چوری ہوگئے تھے، پھر مل گئے، اس لیے ان کا نام ''مسروق'' رکھ دیا گیا۔

OOO

اس زمانے کے باقی علما اور محدثین کی طرح آپ بھی عبادت کا خاص ذوق رکھتے تھے۔ نماز اتنی طویل پڑھتے تھے کہ ٹانگوں پر ورم آجاتا تھا اور وہ سوج جاتی تھیں۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں: ''کبھی کبھار میں یہ منظر دیکھ کر رونا شروع کردیتی تھی کہ یہ کتنی تکلیف برداشت کررہے ہیں۔''

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا۔ وہ فرماتی تھیں: ''مسروق! تم میرے بیٹے ہو اور اہل کوفہ میں سے میرے نزدیک سب سے بہتر ہو۔''

مسروق رحمۃ اللہ علیہ اپنی بیٹی کی بات کبھی رد نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی بیٹی کا نام بھی ''عائشہ'' رکھا تھا۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ روزہ سے تھے۔ شدید گرمی کا دن تھا۔ آپ رحمہ اللہ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ یہ دیکھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی نے آکر کہا کہ ''ابا جان! آپ روزہ توڑ دیں اور پانی پی لیں۔''

بیٹی کی بات سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''بیٹی! تم میرے ساتھ کیا چاہتی ہو؟''

بیٹی نے کہا: ''بھلائی۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: ''بیٹی! میں بھی اپنے لیے بھلائی ہی چاہتا ہوں اس دِن کے لیے جس دِن کی مقدار 50 ہزار سال ہوگی۔''

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: ''اب تو کسی بھی چیز کی رغبت باقی نہیں رہی سوائے اس کے کہ ہم اپنے چہرے (اللہ کی بارگاہ میں) خاک آلود کریں۔'' ابو اسحاق فرماتے ہیں: ''مسروق رحمۃ اللہ علیہ نے جب حج کا ارادہ کیا تو پورا سفر آپ کو نیند اس حالت میں آتی تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ سجدہ کی حالت میں ہوتا تھا۔''

امام یحیٰ بن معین جو کہ جرح وتعدیل کے مشہور امام ہیں، وہ فرماتے ہیں: ''مسروق ثقہ'' ان جیسوں کے بارے میں پوچھا نہیں جاتا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال میں سے ہے: ''آدمی کے لیے علم کا اتنا حصہ کافی ہے کہ جس سے اسے اللہ کا خوف اور خشیت نصیب ہوجائے اور آدمی کے جاہل ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ اپنے عمل پر اتراتا ہو۔''

حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے باہمی اختلاف میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شرکت نہیں فرمائی۔ کسی نے اس بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: ''ذرا سوچو! جس وقت تم لوگ صفیں باندھے ایک دوسرے کے مقابل میدان کارزار میں کھڑے ہوتے اور اس وقت آسمان سے فرشتہ یہ آیت لے کر اترتا کہ: ''وَلَا تَقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۔'' (النساء 29)

ترجمہ: ''اور اپنے آپ کو قتل مت کرو! یقین جانو کہ اللہ تم پر بہت مہربان ہے۔''

تو کیا تم لوگ جنگ سے باز آجاتے؟''

اس آدمی نے کہا: ''جی ہاں! بالکل باز آجاتے۔'' اس کا جواب سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''بخدا اس آیت کو ایک مقدس فرشتہ لے کر آیا ہے اور یہ آیت تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری ہوئی ہے اور یہ آیت غیر منسوخ ہے اور اس پر اب بھی عمل کرنا ضروری اور لازم ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 63ھ میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے راضی ہوجائے اور انہیں جنت میں عالی مقام نصیب فرمائے۔ آمین

Arabian

17

مارکیٹنگ ایسے کریں

غلام عباس

مارکیٹنگ کیا ہے؟

مارکیٹنگ ایک جامع اصطلاح ہے جو وسیع مفہوم رکھتی ہے۔ اگر مختصر الفاظ میں مارکیٹنگ کو بیان کریں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مارکیٹنگ نام ہے مطلوبہ (ٹارگٹڈ) کسٹمرز کو ڈھونڈنے کا اور پھر ان کی ضروریات کو دیکھ کر پروڈکٹس کو مارکیٹ میں لانے کا' مزید برآں پروڈکٹ کی اس طرح تشہیر کرنا کہ لوگوں کو اس چیز کے خریدنے کا داعیہ پیدا ہو جائے۔ یہ مختصر کالم مارکیٹنگ کی طویل بحثوں کا تو متحمل نہیں ہو سکتا' اس لیے ہم اپنے اس کالم میں مارکیٹنگ کے صرف ایک شعبے ایڈورٹائزنگ کو زیر بحث لائیں گے اور بقیہ تفصیل کو آئندہ پر چھوڑتے ہیں۔

ایڈورٹائزنگ

ایڈورٹائزنگ پروڈکٹ کی تشہیر کرنے کو کہتے ہیں اور یہ تشہیر مختلف ذرائع سے کی جاتی ہے' جیسے اخبارات' میگزین یا میڈیا کے ذریعے لوگوں کو اپنی پروڈکٹس سے متعارف کروایا جاتا ہے۔ اسلام میں بھی ایڈورٹائزنگ کا تصور ملتا ہے' چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ کوفہ کے بازار میں اپنی تلوار لہرا کر اعلان کر رہے تھے کہ کون ہے جو مجھ سے میری یہ تلوار خریدے گا۔ (الاوسط للطبرانی) آج دنیا میں ایڈورٹائزنگ مختلف طریقوں سے ہو رہی ہے لیکن اگر شریعت کے اصولوں کو نظر انداز کیا جائے تو پھر یہ ایڈورٹائزنگ محض ایڈورٹائزنگ نہیں رہتی بلکہ لوگوں میں فحاشی و عریانی اور حرص و ہوس پیدا کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہے' اس لیے ایک مسلمان تاجر اگر ایڈورٹائزنگ کرنا چاہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلام کی ان تعلیمات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لے جو اس حوالے سے اسلام نے ہمیں دی ہیں۔

جھوٹ پر مبنی نہ ہو

ایڈورٹائزنگ کرتے وقت اس بات کا مکمل خیال رکھا جائے کہ اشتہار میں کوئی جھوٹی بات موجود نہ ہو' ایڈورٹائزنگ صرف اور صرف سچائی پر مبنی ہو۔ اگر کوئی کمپنی اشتہار دیتے وقت یہ کہے کہ اسٹاک محدود ہے اس لیے جلدی خریدیں۔ اب بعض اوقات یہ بات سراسر جھوٹ ہوتی ہے کیونکہ اسٹور بھرے ہوئے ہوتے ہیں محض کسٹمرز کو متوجہ کرنے کے لیے یہ جملہ بول دیا جاتا ہے جو کہ جھوٹ ہونے کی وجہ سے گناہ ہے اور اس سے بچنا ضروری ہے۔ اسی طرح چیز کی کوالٹی کو اگر اس کے اصل معیار سے بڑھا چڑھا کر پیش کیا جائے تو یہ بھی جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں پائی جانے والی ایڈورٹائزنگ کا یہ ایک منفی پہلو ہے کہ اس میں اپنی پروڈکٹس کے بارے میں جھوٹ اور دروغ گوئی سے کام لیا جاتا ہے۔ بعض اشتہارات میں اپنی پروڈکٹ کی ایسی خصوصیات بیان کی جاتی ہیں جو اس میں موجود نہیں ہوتیں۔ اس کے علاوہ پروڈکٹ کی خامیوں کو بھی چھپایا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور حدیث کے مطابق کسی مسلمان تاجر کے لئے یہ بات روا نہیں ہے کہ وہ اپنی چیز کے عیب چھپائے۔ آپ کا یہ ارشاد ایک طرف تو کسٹمر کے مفادات کی نگہبانی کرتا ہے اور دوسری طرف تاجروں کے لئے بھی مفید ہے۔ جھوٹ بول کر اور عیب چھپا کر کوئی ایک مرتبہ تو اپنی چیز بیچ لے گا' لیکن اس کے بعد کوئی اس پر اعتماد نہ کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کی اچھی کمپنیاں اس بات پر زور دیتی ہیں کہ ہمارے کسی برانڈ کے نام پر کوئی خراب پروڈکٹ گاہک تک نہ پہنچنے پائے حتی کہ اگر ان کی کوئی پروڈکٹ کسی دکاندار کے پاس بھی خراب ہو جائے تو وہ اسے وہاں سے اپنے خرچ پر اٹھا کر ان کے بدلے صحیح اشیاء دکاندار کو فراہم کرتی ہیں تاکہ ان کے برانڈ کا امیج خراب نہ ہو۔ ہمارے اخلاقی انحطاط کے باعث ملٹی نیشنل کمپنیوں کے برعکس ہماری مقامی کمپنیاں اس دروغ گوئی اور عیب چھپانے میں زیادہ ملوث ہیں۔

دوسروں کی حق تلفی نہ ہو

ایڈورٹائزنگ کے ذریعے مارکیٹ میں مقابلے کی ایسی فضا نہ قائم کی جائے' جس سے دوسروں کی حق تلفی ہو' بلکہ تعاون' رواداری اور حسنِ معاملہ کو فروغ دیا جائے۔ اسلام کی عمارت تو اخلاق کی بنیادوں پر قائم ہے اور یہ اپنے پیروکاروں کو ایثار و ہمدردی کا درس دیتا ہے اور حرص و ہوس کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ اس لیے ایسی ایڈورٹائزنگ سے گریز کریں جو دوسرے کے حقوق ہڑپ کرنے پر مبنی ہو۔

غیر ضروری اور گراں ایڈورٹائزنگ

ایڈورٹائزنگ کی مد میں ہونے والے اخراجات چونکہ پروڈکٹس کی کاسٹ میں شامل کیے جاتے ہیں جس کا بوجھ بیچارے کسٹمر کی جیب پر پڑتا ہے' اس لیے غیر ضروری ایڈورٹائزنگ سے بچنا چاہیے' تاکہ معاشرتی فلاح کا سبب بنیں نہ کہ عوام کو ایڈورٹائزنگ کی مد میں ہونے والے فضول اخراجات کے بوجھ تلے داب دیں۔

غیر ضروری اشیاء کی ایڈورٹائزنگ

بعض اوقات ایڈورٹائزنگ کرتے وقت ایسی چیزوں کو ہائی لائیٹ کر کے لوگوں میں ان کی طلب پیدا کی جاتی ہے جو ضروریات کے زمرے میں نہیں آتیں جس سے عوام میں تعیشات کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے ایڈورٹائزنگ کرتے وقت اس بات کا خصوصی خیال رکھیں کہ اپنے ذرا سے دنیاوی فائدے کے لیے لوگوں کو عیش و عشرت کا عادی نہ بنائیں۔

دوسروں کی برائیاں واضح نہ کریں

ایڈورٹائزنگ کرتے وقت اپنے مقابل کی خامیاں ہرگز نہ بیان کی جائیں۔ یہ ایک غیر اخلاقی حرکت ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ اگر آپ اپنی پروڈکٹ کی تشہیر چاہتے ہیں تو دوسروں کی چیزوں میں عیب دکھانے کے بجائے اپنی پروڈکٹ کا معیار اتنا بلند بنائیں کہ لوگ خود آپ کی طرف متوجہ ہوں اور آپ کی پروڈکٹ کو ان غیر اخلاقی بیساکھیوں کا سہارا نہ لینا پڑے۔

ایڈورٹائزنگ کے حرام ذرائع

ایڈورٹائزنگ کے لیے ان ذرائع کو استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے جو کہ شرعاً ممنوع ہیں۔ آج کل ایک گناہ جو ہر ایڈورٹائزنگ کا لازمی حصہ بن گیا ہے کہ اگر کسی چیز کی تشہیر کرنی ہے تو اس میں عورت کا وجود لازمی ہے۔ نمک کی تھیلی سے لے کر بڑی سے بڑی چیز کو عورت کے ذریعے لوگوں میں متعارف کروایا جا رہا ہے۔ یاد رکھیں یہ گناہ کبیرہ ہے جس کے بارے میں قرآن میں صراحت آئی ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں میں فحاشی اور عریانی کو فروغ دیں تو ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیں۔ اس لیے ایڈورٹائزنگ کرتے وقت حرام ذرائع کا انتخاب کر کے اللہ کے عذاب کو دعوت دینے کے بجائے حلال ذرائع اختیار کریں۔ پاکستان میں بہت سی کمپنیاں ایسی ہیں کہ جن کے اشتہار شریعہ کمپلائنٹ ہوتے ہیں اور بغیر عورت کے وجود کے بھی ان کی ایڈورٹائزنگ عمدہ طریقے سے ہو رہی ہے۔

پروڈکٹ کے بارے میں مبالغہ آرائی کرنا

آپ کی پروڈکٹ میں جتنی خصوصیات حقیقت میں موجود ہیں اتنی ہی خریدار کو بتائیں۔ زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش کرنے سے اگر کسٹمر متاثر ہو گیا اور آپ کی چرب زبانی نے اس کو اپنے دام میں پھنسا لیا اور اس نے وہ چیز خرید لی اور بعد میں وہ چیز مطلوبہ معیار کی نہ ہوئی تو یہ کسٹمر کو دھوکہ دینے کے مترادف ہوگا اور دھوکہ دینا مسلمان کے شایان شان نہیں۔ آج کل ایڈورٹائزنگ کرتے وقت پروڈکٹ کی خوبیوں کو جلی حروف میں لکھا جاتا ہے' جبکہ اس کے نتیجہ میں کسٹمر پر لاگو ہونے والی ذمہ داریوں کو اتنا باریک اور مبہم لکھا جاتا ہے کہ بسا اوقات اس کی طرف دھیان ہی نہیں جاتا۔ جس سے فروخت ہونے والی چیز (SubjectMatter) کی مناسب وضاحت خریدار کے سامنے نہیں آتی اور فروخت ہونے والی چیز کو خریدار سے چھپانا لازم آتا ہے اور اس طرح کرنے کو حدیث میں بے برکتی کا باعث کہا گیا ہے۔

ایڈورٹائزنگ

بڑے شہروں میں سڑک کے کنارے سائن بورڈ نصب کر دیئے جاتے ہیں جس پر کمپنیاں اپنی پروڈکٹس کے حوالے سے اشتہار لگاتی ہیں۔ خدا کی پناہ! ان سائن بورڈ پر عورتوں کی اخلاق باختہ تصاویر لگا کر اللہ کے غضب کو دعوت دی جاتی ہے۔ تصاویر بنانے سے ویسے ہی اسلام نے روکا ہے' پھر اگر وہ تصویریں بھی نہایت اخلاق سوز ہوں تو یہ اسلام سے دوری نہیں تو اور کیا ہے۔ یاد رکھیں آپ کی پروڈکٹ اگر معیار کے حوالے سے عمدہ ہے تو پھر آپ کو ان ہتھکنڈوں کی چنداں ضرورت نہیں' اس لیے عوام کو بے حیائی کا تحفہ دینے کے بجائے اپنی پروڈکٹ کی کارکردگی کو بہتر بنائیں۔ اس سے نہ صرف بزنس کا دنیاوی فائدہ حاصل ہوگا بلکہ حلال کمائی کی برکتیں بھی حاصل ہوں گی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

محمد احمد

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے رسول پاک ﷺ کے سب سے پیارے ساتھی تھے۔ وہ ان چار بزرگوں میں سے ہیں، جو رسول اللہ ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لائے۔ دنیا کے کروڑوں مسلمان ان کو اللہ اور رسول ﷺ اور انبیا کرام علیہم السلام کے بعد باقی انسانوں میں سب سے بڑا مانتے ہیں۔ وہ اُن خوش نصیبوں میں سے ہیں، جنھوں نے دنیا میں ہی جنت کا اجازت نامہ حاصل کر لیا تھا۔ وہ حضور ﷺ کے وفات پا جانے کے بعد اسلام سے پھر جانے والوں کے سامنے بالکل نہ جھکے، بل کہ اُن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ چھٹی صدی عیسوی کے 73 ویں سال پیدا ہوئے۔ اُن کی پیدائش سے تقریباً اڑھائی برس پہلے ہمارے رسول پاک ﷺ اس دنیا میں تشریف لا چکے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا نام ماں باپ نے عبدالکعبہ رکھا تھا۔ جب وہ بڑے ہو کر اسلام لائے تو رسول اللہ ﷺ نے عبدالکعبہ سے عبداللہ رکھ دیا، لیکن وہ ابو بکر کے نام سے مشہور ہوئے۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ کا سب سے مشہور لقب صدیق ہے، آپؓ کا تعلق بنو تیم سے تھا۔ بنو تیم کا کام قتل کے مقدموں میں یہ فیصلہ کرنا ہوتا تھا کہ خون کا بدلہ کیا اور کتنا ہونا چاہیے، اُن کے لینے کے کیا طریقے ہوں گے۔ آپؓ کا خاندانی نسب نامہ ساتویں پشت پر جا کر حضور اکرم ﷺ سے جا ملتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اٹھارہ سال کی عمر میں اپنی روزی کمانے کے لیے تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ جلد ہی وہ سچائی اور امانت داری کی وجہ سے مال و دولت میں قریش کے سب تاجروں سے بڑھ گئے اور مکہ کے رئیسوں میں شمار ہونے لگے۔ نیک کاموں میں دِل کھول کر خرچ کرتے تھے۔ مہمانوں اور مسافروں کی بہت خاطر تواضع کرتے تھے۔ عرب کے دوسرے قبیلے بھی جو اِن کو جانتے تھے اِن کی بہت عزت کرتے تھے۔

اسی اثنا میں نبی کریم ﷺ نے اسلام کی دعوت دی تو پہلے چار خوش نصیبوں میں شامل تھے، جنھوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ نبوت کا چوتھا سال شروع ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم سے کھلم کھلا اسلام کی طرف بلانا شروع کر دیا۔ اس پر کافر بھڑک اٹھے اور رسول اللہ ﷺ کے سخت دشمن بن گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی اس زمانے میں اسلام کی خاطر سختیاں جھیلیں، مگر وہ برابر اسلام کی خدمت میں لگے رہے اور رسول پاک ﷺ پر جان چھڑکتے رہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو خبر ملتی کہ فلاں جگہ فلاں غلام پر اسلام لانے کی وجہ سے ظلم ہو رہا ہے تو فوراً اس کے مالک سے اسے خرید کر آزاد کر دیتے۔ بیشتر غلام مردوں اور عورتوں کو انھوں نے اسی طرح آزاد کروایا اور اُن کے ظالم آقاؤں سے اُن کو نجات دینے کا ذریعہ بنے۔

جب کفار کا ظلم بہت بڑھ گیا تو حضور ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی ہجرت کی۔ راستے میں انہیں ابن دغنہ ملا۔ اس نے آپؓ کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ کی طبیعت بہت نرم تھی، جب وہ قرآن پڑھتے تھے تو اتنا روتے تھے کہ مرد و عورت جمع ہو جاتے تھے اور قرآن مجید سننے لگتے، آخر کار ابن دغنہ نے اِن سے پناہ واپس لے لی۔

اب روانگی کا وقت آگیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے دو اونٹنیاں تیار کیں اور رسول اللہ ﷺ کے ہم راہ ثور پہاڑ کا رُخ کیا۔ تین دِن وہاں ٹھہرے رہے۔ اس دوران کھانے پینے کا انتظام حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر سے ہوتا تھا۔

ایک دِن جب دوپہر کو لوگ آپ ﷺ کا انتظار کر کے گھروں کو واپس جا رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھی آٹھ دِن کے سفر کے بعد قبا پہنچے۔ وہاں آپ ﷺ نے جمعہ کی نماز پڑھائی اور آگے روانہ ہوئے اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر قیام فرمایا۔

مدینہ پہنچ کر بھی حضرت ابو بکرؓ نے روزگار کے لیے تجارت کا پیشہ اختیار کیا، لیکن وقت کا زیادہ حصہ رسول پاک ﷺ کے پاس گزارتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ نے حضور ﷺ کے ساتھ بدر، اُحد، خندق، خیبر، صلح حدیبیہ، حنین، تبوک وغیرہ کی لڑائیوں میں حصہ لیا۔

اب بڑی آزمائش کا وقت آگیا تھا۔

(بقیہ صفحہ 29 پر)

Perfect
21

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

غیر مسلم سے شرکیہ منتر پڑھا کر علاج کرانے کا حکم

سوال: اگر کسی شخص کو کوئی شدید قسم کی بیماری لاحق ہو جائے اور وہ علاج معالجہ کے سلسلے میں ہزار کوشش کے باوجود شفایاب نہ ہو سکے تو کیا ایسی سخت مجبوری کی صورت میں وہ کسی غیر مسلم روحانی معالج کے پاس علاج کی غرض سے جا سکتا ہے جو گارنٹی کے ساتھ علاج کرتا ہے اور دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ بھی اس سے شفایاب ہو جاتے ہیں، جبکہ اس کا طریقۂ علاج یہ ہے کہ وہ شرکیہ منتر پڑھ کر مریض کو دَم کرتا ہے؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں جب یہ بات یقینی ہے کہ منتر کے الفاظ اور مضمون خلافِ توحید اور شرکیہ ہیں تو اس شخص سے علاج کرانا شرعاً جائز نہیں ہے، باقی شرکیہ منتر سے شفا کا ہو جانا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ علاج برحق ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ کا واقعہ ہے کہ ان کی آنکھ میں تکلیف ہو جایا کرتی تھی تو وہ ایک یہودی کے پاس جا کر دَم کرا لیتی تھیں۔ وہ یہودی جیسے ہی پڑھ کر دم کرتا آنکھ میں سکون ہو جاتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا: ”وہ شیطان کا عمل تھا، شیطان اپنے ہاتھ سے آنکھ کو کُریدتا تھا۔ جب یہ یہودی منتر پڑھتا تھا تو شیطان رک جاتا تھا (یہ شیطان اور اس عامل کی ملّی بھگت تھی۔ سفلی عمل میں ایسا ہی ہوتا ہے) حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تمہارے لیے وہ کافی ہے جو نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے“ وہ کلمات یہ ہیں:

”اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سُقْمًا“

ترجمہ: ”اے لوگوں کے پروردگار! بیماری دور کر دے اور شفا عطا فرما دے! شفا دینے والا صرف تو ہی ہے، تیرا شفا دینا ہی شفا ہے۔ ایسی شفا دے کہ بیماری کا نام و نشان نہ رہے“

غیر مسلم سے کیسا سلوک جائز ہے؟

سوال: میرا یونیورسٹی کا ایک دوست ہے، جو اخلاق و عادات کے اعتبار سے انتہائی شریف طبیعت کے مالک ہیں، مگر وہ مذہب کے اعتبار سے غیر مسلم ہیں، وہ کبھی کبھار مجھ سے ملنے میرے گھر آجاتے ہیں۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ ہمارا مذہب غیر مسلموں کے ساتھ سلوک کے معاملے میں ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے؟

جواب: واضح رہے کہ غیر مسلم دو قسم کے ہیں: ایک تو مرتد و زندیق، جیسے: قادیانی۔ ان کے ساتھ تو کسی قسم کا تعلق درست نہیں۔ دوسرے یہود و نصاریٰ اور دیگر مذاہب کے غیر مسلم، ان کے ساتھ دل سے دوستانہ تعلق جائز نہیں، البتہ حُسنِ سلوک ان کے ساتھ نہ صرف جائز، بلکہ مستحب ہے۔ ان کو حسبِ طاقت راحت پہنچانا اور اخلاق و مروّت سے پیش آنا چاہیے، نیز ان کے ساتھ تجارتی لین دین بھی جائز ہے۔

غیر مسلموں کے استعمال کردہ برتنوں کا حکم

سوال: آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں، جواب دے کر سینکڑوں مسلمان غیر ملکیوں کا مسئلہ حل فرمائیں! دراصل میں کوریا میں ہوتا ہوں، یہاں کے لوگ سوَر اور کتے کا گوشت مرغوب غذا کے طور پر بے حد استعمال کرتے ہیں۔ میرے ساتھ دیگر کورین کام کرتے ہیں، جبکہ کمپنی کا میس ایک ہی ہے۔ جن برتنوں میں وہ پکاتے ہیں، میرے برتن ان سے علیحدہ ہیں، مگر کوشش کے باوجود بھی پاکیزگی برقرار نہیں رکھ سکتا، زبان کا بھی مسئلہ ہے۔ بعض اوقات کورین میرے برتنوں کو استعمال کر لیتے ہیں۔ اب اگر میرے برتن اس طرح ناپاک ہو جاتے ہیں تو میں کیا کروں؟ اب روز روز تو برتن خریدے بھی نہیں جا سکتے کہ یہاں مہنگائی انتہائی حد تک زیادہ ہے۔ اس صورتِ حال میں میرے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: یہ تو بہت اچھا ہے کہ آپ کے استعمال کے برتن الگ ہیں، اس پر تو مکمل پابندی ہونی چاہیے کہ ان کے نجس کھانے کے کسی ذرّے کے ساتھ بھی آپ کے برتن ملوّث نہ ہوں۔ مثلاً: جو چمچہ ان کے برتن کے لیے استعمال ہو رہا ہے، وہ آپ کے برتن میں استعمال نہ ہو۔

ویسے آپ کے خالی برتنوں کو اگر وہ لوگ استعمال کر لیتے ہیں (اگرچہ ان کو ایسا نہیں کرنا چاہیے اور جہاں تک ممکن ہو، اس میں بھی احتیاط کرنی چاہیے، اس کے باوجود اگر وہ آپ کا برتن اٹھا کر استعمال کر لیں) تو آپ دھو کر اور پاک کر کے ان کو استعمال کر سکتے ہیں، پاک کر لینے کے بعد آپ کا ضمیر مکمل مطمئن رہنا چاہیے۔

تعویذ گنڈے کی شرعی حیثیت

سوال: ہمارے معاشرے میں تعویذ گنڈے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے، مختلف عاملوں نے جگہ جگہ کتبے لگا کر دکانیں کھول رکھی ہیں۔ پوچھنا یہ تھا کہ شریعت کی نظر میں اس کا کیا حکم ہے؟ آیا کسی کو تعویذ کرانے سے اس پر اثر ہو جاتا ہے؟

جواب: واضح رہے کہ تعویذ گنڈے کا اثر ہوتا ہے، مگر یہ سب تاثیر اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔ کسی کو نقصان پہنچانے کے لیے جو تعویذ گنڈے کیے جاتے ہیں، ان کا حکم تو وہی ہے جو جادو کا ہے یعنی جادو کی طرح اس طرح کے تعویذ گنڈے کرنا اور کرانا حرام گناہِ کبیرہ ہے، بلکہ اس سے کفر کا اندیشہ ہے۔ رہا اس کا اثر، تو وہ ضرور ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی پر گندگی پھینک دے، تو ظاہر ہے کہ ایسا کرنا تو حرام اور نہایت گھٹیا حرکت ہے، مگر جس پر گندگی پھینکی گئی ہے اس کے کپڑے اور بدن ضرور خراب ہوں گے اور اس کی بدبو بھی ضرور آئے گی۔ پس کسی چیز کا حرام اور گناہ ہونا دوسری بات ہے اور اس گندگی کا اثر ہونا فطری چیز ہے۔

تعویذ اگر کسی جائز مقصد کے لیے کیا جائے تو جائز ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ اور شرک کی بات نہ لکھی ہو، پس تعویذ گنڈے کے جواز کی تین شرطیں ہیں:

اول۔۔۔ کسی جائز مقصد کے لیے ہو، ناجائز مقاصد کے لیے نہ ہو۔

دوم۔۔۔ اس کے الفاظ کفر و شرک پر مشتمل نہ ہوں، اور اگر وہ ایسے الفاظ پر مشتمل ہوں جن کا مفہوم معلوم نہیں تو وہ بھی ناجائز ہے۔

سوم۔۔۔ ان کو مؤثر بالذات نہ سمجھا جائے۔

کیا مصائب و تکالیف بدنصیب لوگوں کو آتی ہیں؟

سوال: میں ذاتی اعتبار سے بڑی خوش نصیب ہوں، مگر میں نے کئی بدنصیب لوگ بھی دیکھے ہیں، پیدائش سے لے کر موت تک بدنصیب! قرآن کریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی قوّتِ برداشت سے زیادہ دکھ نہیں دیتا، لیکن میں نے بعض لوگ دیکھے ہیں جو دکھوں اور مصائب سے اتنے تنگ آجاتے ہیں کہ آخر کار وہ خودکشی کر لیتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟ جب قرآن کریم میں ہے کہ کسی کی برداشت سے زیادہ دکھ نہیں دیے جاتے تو لوگ کیوں خودکشی کر لیتے ہیں اور بعض جیتے بھی ہیں تو بدتر حالت میں جیتے ہیں؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں قرآنِ کریم کی جس آیت کا آپ نے حوالہ دیا ہے، اس کا تعلق شرعی احکام سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو کسی ایسے حکم کا مکلّف نہیں بناتا جو اس کی ہمت و طاقت سے بڑھ کر ہو۔ جہاں تک مصائب و تکالیف کا تعلق ہے، اگرچہ یہ آیتِ شریفہ ان کے بارے میں نہیں، تاہم یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر اتنی مصیبت نہیں ڈالتا جو اس کی حدِّ برداشت سے زیادہ ہو، لیکن جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے: ”انسان طبعاً تنگ دل واقع ہوا ہے“ اس کو معمولی تکلیف بھی پہنچتی ہے تو واویلا کرنے لگتا ہے اور آسمان سر پر اٹھا لیتا ہے۔ جو بزدل لوگ مصائب سے تنگ آکر خودکشی کر لیتے ہیں، اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ ان کی مصیبت حدِّ برداشت سے زیادہ ہوتی ہے، بلکہ وہ اپنی بزدلی کی وجہ سے اس کو ناقابلِ برداشت سمجھ کر ہمت ہار دیتے ہیں، حالانکہ اگر وہ ذرا بھی صبر و استقلال سے کام لیتے تو اس تکلیف کو برداشت کر سکتے تھے۔ الغرض کسی چیز کا آدمی کی برداشت سے زیادہ ہونا اور بات ہے اور کسی چیز کے برداشت کرنے کے لیے ہمت و طاقت کو استعمال نہ کرنا دوسری بات ہے اور ان دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر آپ ان دونوں کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لیں تو آپ کا اشکال جاتا رہے گا۔

اللہ کے عذاب اور آزمائش کا فرق

سوال: اللہ تعالیٰ کے عذاب اور آزمائش میں کیا فرق ہے؟ یعنی یہ کیسے پتہ چلے کہ یہ اللہ کا عذاب ہے یا آزمائش؟

جواب: واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو جو تکلیفیں اور مصیبتیں پیش آتی ہیں، وہ ان کے لیے آزمائش اور رفعِ درجات کا ذریعہ ہے اور ہم جیسے گناہ گاروں کو جو مصائب پیش آتے ہیں، وہ ہماری شامتِ اعمال اور گناہوں کی سزا ہوتے ہیں۔ عذاب اور آزمائش میں فرق یہ ہے کہ اگر تکلیف و مصیبت کے دوران اللہ سے تعلق میں اضافہ ہو، دل میں سکون و اطمینان کی کیفیت اور اللہ کے فیصلے پر دل راضی ہو تو یہ آزمائش ہے اور اگر خدانخواستہ معاملہ اس کا اُلٹ ہو کہ رہی سہی عبادت اور سکون بھی غارت ہو جائے تو یہ شامتِ اعمال ہے۔

آلو

باورچی خانہ اور ہماری صحت

حکیم شمیم احمد

آلو...سدا بہار ترکاری

آلو ایک معصوم، پُرخلوص اور سدا بہار ترکاری ہے۔اس معصومیت کی بنا پر ساری دنیا آلو کے ساتھ استحصالی رویہ اختیار کیے ہوئے ہے یعنی اسے ہر جگہ ہر شکل میں کھایا جارہا ہے۔ہمارے یہاں بھی تو بے چارہ کبھی چپس اور سموسے کی لذت بنتا ہے، کبھی بھجیا کی شکل میں خوشبو اور ذائقے کا منبع ہوتا ہے۔یادرہے ! پُرخلوص ہونے کی صلاحیت کی بنا پر کسی نہ کسی سبزی سے رواداری نبھاتا ہے۔اس کو کسی بھی سبزی کے ساتھ پکائیں تو یہ غرباپروری کا مظاہرہ کر کے لذتِ کام ودہن بڑھاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ کبھی آلو گوشت پکتا ہے تو کبھی آلو بینگن اور آلو گوبھی، کبھی انڈے آلو کا شوربا اور کبھی انڈہ آملیٹ، اسی طرح کبھی نرگسی کوفتے اور کبھی آلو کے کباب۔ غرض اس سبزی کے بے شمار روپ ہیں۔مزے کی بات یہ ہے کہ ہر بار نئی لذت پیدا ہوتی ہے۔اسی لیے یہ سارا سال انسانیت کی خاطر مدارت میں مصروف رہتا ہے۔اور دیگر نازک مزاج سبزیوں کی طرح اس کا مزاج جلدی نہیں بگڑتا۔

آلو رنگت کے اعتبار سے دو قسم کا ہوتا ہے

سرخ اور بھورا

ذائقہ : پھیکا

مزاج : پہلے درجہ میں سرد وخشک

یہ ایک عام سبزی ہے، جس کے پتّے اوپر اور پھل زمین میں ہوتا ہے۔اس میں وٹامن اے ’بی‘ سی اور ایچ نیز پروٹین اور روغنی اجزا وافر مقدار میں موجود ہوتے ہیں۔

یورپ اور آلو

یورپ والے تو جیسے آلو کے اوپر ہی پلتے ہیں۔برِصغیر میں اگر اسے ترکاری کے طور پر استعمال کرتے ہیں تو یورپی اسے اناج کی جگہ کھاتے ہیں اور خوب کھاتے ہیں۔ان کی غذائی عادات کا مطالعہ کیا جائے تو کچھ اس قسم کا ہوگا۔ابلے ہوئے آلو، تلے ہوئے آلو اور کچلے ہوئے آلو یعنی آلو ہی آلو۔پاکستانی بھی جن میں زیادہ تر طالب علم یا سیاح ہوتے ہیں، اسی آلو کی رفاقت کے سہارے پردیس میں رہتے ہیں۔یعنی اسی آلو سے اپنی بھوک مٹاتے ہیں۔یوں یہ آلو کے پُرخلوص اور غریب پروری کا ایک اور جیتا جاگتا ثبوت ہے۔آلو میں حد درجہ غذائیت پائی جاتی ہے، اس لیے بطور خوراک بھی اگر صرف اسے ہی کھایا جائے تو کسی قسم کی جسمانی کمزوری لاحق نہیں ہوتی۔

کچھ لوگ اس ڈر سے آلو کھانا چھوڑ دیتے ہیں کہ یہ موٹاپا پیدا کرتا ہے، حالاں کہ یہ اس پر سراسر الزام ہے، کیوں کہ آلو میں چکنائی یا چربی جیسی چیز کا فقدان ہے، اس لیے یہ موٹاپے کا باعث نہیں بن سکتا۔آپ کا جسم فربہ کسی اور وجہ سے ہو سکتا ہے۔

آلو کی عوام دوستی

آلو کی عوام دوستی کے باوجود زیادہ تر لوگ اس کے مکمل خواص سے آگہی نہیں رکھتے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس معصوم سبزی کو کبھی قدر کی نگاہ سے دیکھا ہی نہیں۔دراصل قدر اس چیز کی زیادہ ہوتی ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے تگ ودو کی جائے۔مثلاً موسم کی مہنگی سبزیاں، مرغی، مچھلی اور بکرے کا گوشت

وغیرہ، جو ہر غریب آدمی کو آسانی سے میسر نہیں آتا۔آلو بے چارہ تو گھر کی مرغی دال برابر ہے۔ہم آپ کو بطور غذا اور دوا آلو کے کرشموں سے متعارف کرواتے ہیں۔امید ہے کہ اس سے آپ کے دل میں آلو کی قدر و قیمت میں اضافہ ہو جائے گا۔

آلو بطور غذا

آلو میں معدنی نمک اور وٹامن باقی ترکاریوں کی نسبت بہت زیادہ ہوتے ہیں۔جو بچوں کی نشوونما کرتے ہیں اس لیے بچوں کے لیے یہ نہایت مفید اور مقوی غذا ہے۔اس میں چونا کم مقدار میں ہوتا ہے مگر یہ کمی دیگر سبزیوں اور میوہ جات سے پوری ہو جاتی ہے۔یادرہے کہ بچوں کو آلو کا شوربا یا ابلا ہوا آلو مسل کر دیں۔

آلو کے چھلکے...اہم ترین غذا

آلو کے اہم ترین غذائی اجزا اس کے چھلکے میں ہوتے ہیں، اس لیے آلو کو چھیلے بغیر استعمال کرنا چاہیے۔اگر چھیلنا مقصود ہو تو اسے ہمیشہ کھرچ کر چھیلیں تاکہ زیادہ سے زیادہ غذائی اجزا بچا سکیں۔وہ پانی جس میں آلو ابالتے ہیں، وہ بھی خاصی غذائیت رکھتا ہے۔کوشش کریں کہ اس پانی کو نتھار کر سالنوں میں استعمال کریں۔دم پخت طریقے سے پکانے پر آلو کی غذائیت سب سے زیادہ برقرار رہتی ہے۔

بھنا ہوا آلو بھی بڑے مزے کا ہوتا ہے۔جیسے شکر قندی بھوبل میں بھونی جاتی ہے، اسی طرح آلو بھی بھونے جاتے ہیں۔جن کا ذائقہ لاجواب ہو جاتا ہے۔اگر آلو کی سطح کو بھوننے سے پہلے گھی یا مکھن سے چپڑ دیں تو بھننے پر اس کا چھلکا نہایت نرم اور مزیدار ہو جاتا ہے اور اس چھلکے کو اتارنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے، خصوصاً بچوں کے لیے بہترین غذا اور غذائیت کا بھرپور خزانہ ہے۔

پارلر کو بائے...اب آلو رنگ نکھارے

کچے آلو کا رس جِلد کے داغ دھبے دور کرنے میں بھی آزمودہ ہے۔اس کی یہ مصفّیٰ تاثیر پوٹاشیم، گندھک، فاسفورس اور کلورین کی وجہ سے ہے، لیکن یہ اجزا اسی وقت تک موئثر رہتے ہیں جب تک آلو کچی حالت میں رہے۔آگ پر پکانے کی صورت میں یہ نامیاتی جوہر ضائع ہو جاتے ہیں اور ان کی افادیت کم ہو جاتی ہے۔کچے اور کچلے ہوئے آلو کا رس دار گودا جلد پر لگائیں اور دس یا پندرہ منٹ بعد سادے پانی سے دھولیں تو جھریاں اور بڑی عمر کے سبب پڑنے والے داغ دھبے صاف ہو جاتے ہیں۔ایک آلو درمیان سے کاٹ لیں اور کٹے ہوئے آلو کو سونے سے پہلے کچھ دیر چہرے پر رگڑیں، یہ جھریاں اور داغ دھبے دور کرنے کے ساتھ ساتھ رنگت بھی نکھارتا ہے۔

آلو...سر کی خشکی کا بہترین علاج

سکروی (سر کی خشکی) کا علاج بھی آلو میں پوشیدہ ہے۔یورپ میں اس مرض کا علاج آلو سے بنائی گئی کریم سے کرتے ہیں۔کچھ معالجین تو اس مقصد کے لیے آلو کا ملیدہ بھی استعمال کرواتے ہیں۔

آلو اور ہماری آنکھیں

آلو کو ایک پیالی پانی میں خوب ابال کر رکھ لیں ٹھنڈا ہونے پر اس پانی کو شیشی میں محفوظ کرلیں۔یہ مقوی چشم اور بیاض چشم (پھولا) کے لیے مفید ہے۔عرقِ گلاب شامل کر کے چند قطرے صبح شام آنکھ میں ڈالیں۔

سرخ آلو کے رس سے معدے کا السر رفو چکر

معدے کے السر کا علاج سرخ آلو کے رس سے کیا جاتا ہے کہ یہ معدے کے ورم کو بھی ٹھیک کرتا ہے۔اس کا طریقہ استعمال یہ ہے کہ دن میں دو یا تین مرتبہ کھانا کھانے سے آدھا گھنٹہ پہلے آدھی پیالی رس پی لیا جائے۔آلو کا نشاستہ غذائی نالیوں کے امراض اور زہریلے پن کے سبب پیدا ہونے والی سوجن کو بھی تحلیل کرتا ہے۔

گھٹنوں کی بیماری اور کچے آلو کا رس

کچے آلو کا رس گھٹنوں کے مرض کا کامیاب علاج سمجھا جاتا ہے۔کدّوکش کیے ہوئے تازہ آلو نچوڑ کر رس نکال لیں اور کھانے سے پہلے ایک یا دو چمچ پی لیں۔بدن میں یورک ایسڈ ختم کرنے اور گھٹیا کے مرض کی شدت کم کرنے میں فائدے مند ہے۔

آلو اور ہماری آنکھیں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ آلو دیر ہضم اور بادی یعنی ریاح پیدا کرنے والا ہے، لیکن یہ خیال غلط ہے۔آلو زود ہضم غذا ہے، کیوں کہ اس میں قدرتی کھار ہوتی ہے۔اس لیے جسم میں تیزابیت اور یورک ایسڈ کو زائل کرتا ہے، لہٰذا یہ ریح پیدا نہیں کرتا بلکہ ہر قسم کی ریح کو دور کرتا ہے۔آلو سب غذاؤں سے زیادہ الکلی رکھتا ہے۔اس لیے یہ بدن میں الکلی کا ذخیرہ برقرار رکھنے اور اضافی تیزابیت کے خلاف تریاق کی حیثیت رکھتا ہے۔اس کے علاوہ آنتوں میں غذائی تخمیر کی معاونت اور اعضائے ہضم میں موافق جراثیم کی نشوونما کرتا ہے۔ طبّی نقطہ نگاہ سے آلو قبض کشا اور پیشاب آور ہے۔طبیعت کو آرام دیتا ہے۔دودھ پیتے بچوں کے لیے آلو کا شوربا اور بھرتا مفید ہے۔

مراسلات

السلام علیکم ! مدیر صاحب ! ہماری پوری فیملی فہمِ دین بہت شوق سے پڑھتی ہے۔ ہمیں اس کو پڑھتے ہوئے تقریباً 5 سال ہوگئے ہیں۔ ہر مہینے اس کا بہت شدت سے انتظار رہتا ہے' اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ ہر اعتبار سے ڈیسنٹ ہے۔ جنوری کا شمارہ بہت دیر سے ملا۔ پتھر سے موم ہمارے پورے گھر والوں کی پسندیدہ کہانی ہے۔ ہم سب کی یہ خواہش ہے کہ اس کو مزید لمبا کیا جائے۔ عبداللہ سے وفا کی شادی کر کے اس کو ختم نہ کیا جائے اور ہمیں آپ کا اداریہ بہت پسند ہے۔ ہر بار ایک نیا موضوع لیے حاضر ہوتا ہے۔ اور پہلے سے بہت زبردست ہوتا ہے۔ باپ کا بیٹی کے نام خط میری مما کو بہت پسند ہے۔ ہاتھوں کی لکیریں بہت عمدہ مضمون ہے۔ نئی نئی باتوں کا انکشاف ہوا۔ پہلے شماروں میں "دھوپ چھاؤں" "روح بندگی" "مجھے مصطفیٰ سے پیار ہے" "جنت کے راستے" اور "سوائے دردِ امت کے" بہت پسند آئیں۔ اور آئینہ زندگی پڑھ کر ایمان مضبوط ہوتا ہے۔

مرسلہ : بنتِ عامر کراچی

ایک مختصر سے انتظار کے بعد اپنے پیارے جریدے کا دیدار ہوا' جس میں فرنٹ پیج دیکھ کر ہی دِل باغ باغ ہو گیا۔ دل سے دعا نکلی کہ اللہ تعالیٰ فہمِ دین کی ایسے ہی نِت نئے ڈیزائن اور انتخابِ مضامین کی فہم میں زیادہ سے زیادہ برکت دے' آمین ! واقعی میں جُمود توڑتا یہ انداز بہت ہی اچھا لگا ہے۔ "ہاتھ کی لکیروں" والے مضمون میں کچے عقیدے والوں کو تنبیہ تھی اور پختہ عقیدہ والوں کی دلیل تھی' تاہم ایک اشکال ضرور ہے کہ اللہ کی بنائی ہوئی ہر چیز میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے تو ہو سکتا ہے کہ ہاتھ کی یہ لکیریں بھی کسی چیز کی نشان دہی کر رہی ہوں' اس پر اگر کوئی لکھاری قلم اٹھائے تو مزید وضاحت ہو جائے گی۔ "ہیپی نیو ائیر اداریہ دِل لگی بات ہے۔ تمام مضامین بالخصوص مولانا ابوالکلام آزادؒ کے شاہ پارے بہت اچھے لگتے ہیں۔ اللہ ہمیں اُن کے کلام کو سمجھنے کی توفیق دے۔ ادارے کے تمام منتظمین مبارک باد کے مستحق ہیں' اللہ تعالیٰ رسالہ کو دِن دگنی رات چوگنی ترقی دے اور اصلاح معاشرہ کا ذریعہ بنائے۔

مرسلہ : میاں محمد منصور مغل کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ! سب سے پہلے آپ کو اتنا اچھا میگزین نکالنے پر بہت بہت جزاکم اللہ کہتی ہوں۔ پورا شمارہ حد درجہ اچھا اور سبق آموز ہے۔ مضامین سے لے کر کہانیوں تک سب ایک سے بڑھ کر ایک ہوتا ہے۔ اور ہر حصہ پڑھنے کا ایک الگ مزہ ہوتا ہے۔ خصوصاً خواتینِ اسلام بہت اعلیٰ ہوتا ہے۔ آپ سے ایک گزارش ہے کہ اگر گنجائش ہو تو اس میں کہانیوں کی تعداد زیادہ کر دیجیے۔ والسلام

مرسلہ : حافظہ حیا' کراچی

السلام علیکم ! ماہنامہ فہمِ دین پہلی بار پڑھا۔ پڑھ کر بے حد خوش ہوا ہوں۔ انشاء اللہ آئندہ بھی پڑھتا رہوں گا۔ سارے صفحات ہی مجھے بہت اچھے لگے ہیں۔

مرسلہ : محمد یعقوب مندوخیل ژوب' بلوچستان

New Zaiby

27

پتھر سے موم

قسط نمبر 11

اہلیہ احسن احمد شریف

''میں نے اپنی فرینڈ کی ماما سے کہا ہے کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں، وہ بھی شوبِز میں ہیں ناں... انہوں نے مجھے کل شام میں بلایا ہے... چلی جاؤں میں...؟''

''دیکھو وفا...'' یہ کہہ کر عبداللہ چند لمحوں کے لیے رکا۔ اس کی سمجھ میں ہی نہیں آتا تھا کہ وہ وفا کو کیسے روکے۔

''وہ گناہوں کی دلدل ہے...اور کبھی دلدل میں پھنس کر بھی کوئی آزاد ہوا ہے؟'' عبداللہ نے سمجھانا چاہا۔

''میں چھوڑ دوں گی ناں کچھ عرصے میں...

I PROMISE (میں وعدہ کرتی ہوں) ...!''

وہ کچھ کچھ جھنجلانے لگی تھی۔

''تم یہ وعدہ نہیں نبھا سکو گی وفا! میں تمہارے آگے اپنے دونوں ہاتھ جوڑتا ہوں... پلیز! وہاں مت جاؤ... وہ گندگی کا ڈھیر ہے۔'' عبداللہ نے اپنی نم آنکھوں سے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

''عبداللہ... آپ کیوں نہیں سمجھ رہے... یہ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے... میں آپ کے لیے کچھ بھی چھوڑ سکتی ہوں... لیکن یہ نہیں...! میں علینہ کی ماما سے بھی بات کر چکی ہوں... میں جاؤں گی کل... اور آپ مجھے نہیں روکیں گے کیوں کہ آپ مجھ سے وعدہ کر چکے ہیں...!'' وفا تو اپنا فیصلہ سنا کر سو گئی لیکن اس کا شوہر ساری رات مصلّے پر بیٹھا سسکتا رہا۔

○○○

''آج میں بہت خوش ہوں...! پتا ہے آنٹی... یہ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی!'' وفا، علینہ کی ماما کے ساتھ ٹی وی اسٹیشن کی جانب رواں دواں تھی، لیکن ایک خلش بھی تھی اس کے دل میں جب گناہ کا ادراک ہو جائے تو گناہ کرتے ہوئے دل میں چبھن بھی ہوتی ہے... لیکن پھر بھی وفا نے کافی حد تک اس پر قابو پا لیا تھا۔

''ہم م م! ہونی بھی چاہیے... اتنی خوبصورت جو ہو تم...! اور میرے خیال میں تو بہت جلد ہی تم ایک بہت اچھی اداکارہ بن جاؤ گی۔'' علینہ کی ماما کی یہ بات سن کر وفا دھیمے سے مسکرا دی۔

جلد ہی وہ دونوں ٹی وی اسٹیشن پہنچ گئیں... اِدھر وفا جہنم کے اس گڑھے میں داخل ہوئی اور اُدھر عبداللہ سجدے میں گرا تڑپ رہا تھا۔

''یااللہ...! میں بے بس ہوں... وہ جا چکی ہے... اسے بچا لیجیے اس جہنم سے... میں اتنے بڑے امتحان کا متحمل نہیں ہو سکتا یااللہ...!'' وہ بِلک بِلک کر رو رہا تھا۔

○○○

علینہ کی ماما اسے آفس میں لے گئیں... وہاں چار آدمی بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے، جن میں سے ایک تو وفا کا پسندیدہ آرٹسٹ بھی تھا۔

''یہ کون ہے...؟؟'' اسی نے علینہ کی ماما سے ہیلو ہائے کے بعد وفا کے بارے میں پوچھا۔

''میری بیٹی علینہ کی فرینڈ ہے یہ... ٹی وی جوائن کرنا چاہتی ہے۔''

''ہم م م... PRETTY (خوبصورت) ... اور اسمارٹ ہے...!'' اس نے سگریٹ کا کش لیتے ہوئے وفا کو سر سے پاؤں تک دیکھا... وفا کو اس کی نظریں بہت عجیب لگی تھیں۔

''تمہیں اللہ نے صرف میرے لیے ہی بنایا ہے وِفا... ٹی وی کی دنیا میں آؤ گی تو دنیا کے سارے مرد تمہیں غلیظ اور گندی نگاہوں سے دیکھیں گے...!'' عبداللہ کی کہی ہوئی بات اس کے کانوں میں گونجی... اسے کچھ اپنی غلطی کا احساس ہوا، لیکن جلد ہی اس نے یہ خیال جھٹک دیا۔

''آپ لوگ بیٹھیں یہاں... میں انٹرویو کے لیے جہاں زیب کو بلاتا ہوں۔'' ان آدمیوں میں سے ایک اٹھ کر باہر چلا گیا۔ دونوں وہیں صوفے پر بیٹھ گئیں۔ علینہ کی ماما تو بڑی ہی بے باکی سے وہاں بیٹھے آدمیوں سے باتوں میں مصروف تھیں اور وفا بس اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ جب بھی اس کی نظر ان آدمیوں پر پڑتی... ان میں سے کسی نہ کسی کی نظریں وہ اپنے اوپر مرکوز پاتی... عبداللہ کی آواز اس کے کانوں میں گونجنے لگتی... اور اس کا پاکیزہ چہرہ اس کی نظروں میں گھوم جاتا... تو اسے پہلے سے زیادہ اپنی غلطی کا احساس ہونے لگتا۔ وہ تو عبداللہ کی پاکیزہ نگاہوں کی عادی ہو چکی تھی اس لیے اب وہ کہاں ان گندی اور غلیظ نگاہوں کی تاب لا سکتی تھی۔

''کتنے مکروہ چہرے ہیں ان کے اور کتنی گندی نگاہیں ہیں ان کی...!'' اس نے اپنے دل میں یہ سوچا اور ان آدمیوں پر نگاہ ڈالی۔ اس کے پسندیدہ آرٹسٹ نے اس کی طرف مسکرا کر دیکھا اور اب وفا کی برداشت جواب دے گئی۔

''آنٹی... میری طبیعت خراب ہو رہی ہے یہاں...! گھر چلتے ہیں۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے غصے سے اس آرٹسٹ کی طرف دیکھا اور علینہ کی ماما سے آہستہ سے کہا۔

''بس وہ جہاں زیب آنے ہی والا ہے... انٹرویو دے کر چلی جانا...!''

''نہیں آنٹی...! ابھی انٹرویو کی ہمت نہیں ہے مجھ میں۔''

''اچھا...! مجھے ایک کام بھی ہے یہاں... پہلے وہ کر لوں ... پھر چلتے ہیں۔''

''اچھا آنٹی... آپ اپنا کام کر لیں! میں ٹیکسی سے چلی جاؤں گی۔''

''چلو ٹھیک ہے... تمہاری مرضی...!'' اور وفا وہاں سے نکلتے ہوئے اپنے دل پر سے منوں بوجھ ہٹتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔

○○○

گھر پہنچ کر وہ سیدھا اپنے کمرے کی طرف بڑھی... اپنے کمرے کے دروازے پر اس کے قدم رک گئے ... اندر کمرے میں عبداللہ سجدے میں گرا سسک رہا تھا۔ یہ دیکھ کر اسے بہت دکھ ہوا... وہ آہستہ سے اس کے قریب آ گئی۔

''یااللہ...! اسے وہاں سے واپس کر دے... وہ ایک دفعہ وہاں پھنس گئی تو واپسی بہت مشکل ہو جائے گی اس کی!!'' وہ روتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ یہ سن کر وفا کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''میں آ گئی عبداللہ!'' اس نے بڑی مشکل سے کہا۔

(جاری ہے)

بقیہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

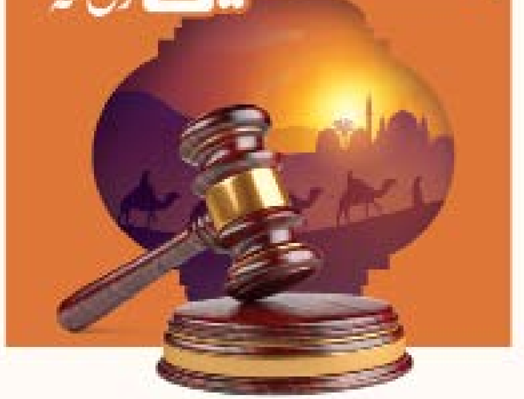

ہجرت کے گیارہویں برس صفر کے مہینے میں رسول پاک ﷺ کو سر درد اور بخار ہو گیا۔ یہ تکلیف بڑھتی گئی۔ پھر بیماری کی وجہ سے کمزوری ہو گئی اور مسجد تشریف لانا مشکل ہو گیا تو حضرت ابو بکرؓ کو امانت کا حکم فرمایا۔ ہجرت کے گیارہویں سال ربیع الاول کے مہینے میں رسول پاک ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے۔ حضرت ابو بکرؓ اور تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خبر سن کر غم سے نڈھال ہو گئے۔

رسولِ پاک ﷺ کی وفات کے بعد مہاجرین اور انصارِ مدینہ نے مشترکہ طور پر اُن کو خلیفہ چن لیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خلیفہ بننے کے بعد سب سے پہلا حکم حضرت اسامہؓ کے لشکر کی روانگی کا دیا۔ اس دور میں جو فتنے اٹھے، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اِن سب کی سرکُوبی کے لیے لشکر روانہ کیے، جنہوں نے سب کو منہ توڑ شکستوں سے دوچار کیا۔ ان میں یمامہ اور بزاخہ کی لڑائی سب سے شدید تھی، جن میں بہت سے حفاظ کرام شہید ہو گئے۔ اس طرح دس مہینوں میں ملک کے سارے اندرونی فتنے مٹ گئے اور عرب میں ہر طرف امن ہی امن ہو گیا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جب دیکھا کہ یمامہ کی لڑائی میں 70 حفاظ کرام شہید ہو گئے ہیں تو انہوں نے سارے قرآن مجید کو کاغذ پر لکھوا کر ایک جگہ جمع کروا دیا۔ حضرت ابو بکر نے اس نسخے کا نام ''مصحف'' رکھا اور اسی طرح آپؓ نے ایران اور روم جیسی طاقتوں سے بھی جنگ کا آغاز کیا، مگر اب روانگی کا وقت آ گیا تھا۔ ایک روز آپؓ نے غسل فرمایا، جس سے آپ کو ٹھنڈ لگ گئی اور جب مرض بڑھتا گیا تو آپ نے وصیت کی کہ میرے بعد عمرؓ خلیفہ ہوں گے۔ پندرہ دِن بیمار رہنے کے بعد بالآخر 22 جمادی الاخری بروز پیر آپؓ اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

آپؓ حضور اکرم ﷺ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت آپؓ کی عمر 63 سال تھی۔ خلافت کا دورانیہ دو سال تین ماہ اور گیارہ دِن تھا۔ اللہ تعالیٰ کی آپؓ پر کروڑوں رحمتیں نازل ہوں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورضواعنہ

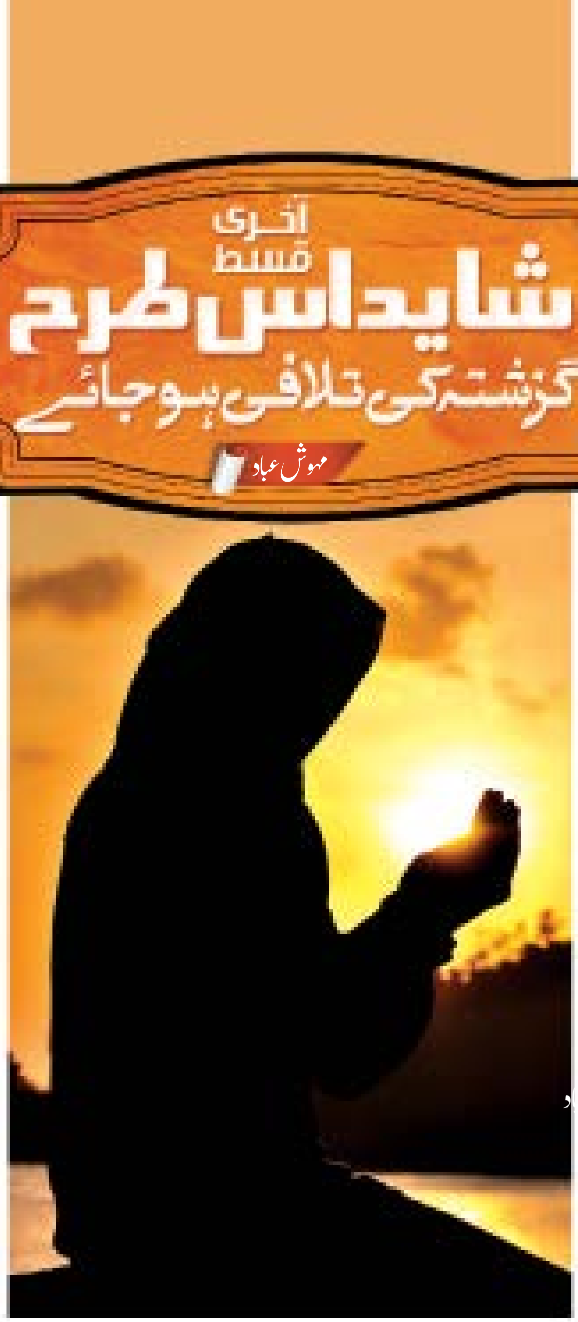

آخری قسط

شاید اس طرح گزشتہ کی تلافی ہو جائے

مہوش عباد

"ہاں ماہا! تم سب سے زیادہ پیاری لگ رہی ہو۔"

ماہا کے خاندان میں شادی تھی اس کے بہت ہی قریبی رشتہ دار کی اور آج ولیمہ کی دعوت تھی۔ پردہ کا انتظام ماہا کے سمجھانے کے باوجود نہیں تھا مگر ماہا کو جانا تھا۔ ماہا نے اپنے استاد صاحب سے اس بارے میں پوچھا اور کہا کہ میں نہیں جانا چاہتی اور کوئی فنکشن وغیرہ بھی اٹینڈ کرنا نہیں چاہتی۔

تو اس کے استاد صاحب نے سمجھایا: "نہیں بیٹا! پردہ میں جاؤ گی تو یہ تمہاری تبلیغ ہو گی اور صلہ رحمی کا ثواب الگ ملے گا۔"

اور پھر روتے دل کے ساتھ ماہا آج ولیمہ کی دعوت میں بھی شریک، الگ تھلگ برقعہ میں ملبوس نقاب لگائے افسردہ سی بیٹھی تھی اور اس کا سارے کا سارا دھیان صرف اسی بات پر ملحوظ تھا کہ ابھی اسے اپنے خاندان والوں کو دین کی طرف لانے کے لیے بہت زیادہ ہمت اور حوصلہ چاہیے۔ ابھی وہ یہ بات سوچ ہی رہی تھی کہ یہ آواز اس کے کانوں میں پڑی اور یہ جملہ بھی... "ماہا سب سے زیادہ خوبصورت لگ رہی ہے۔"

"ہم نے ماہا کے بارے میں جب سنا تھا تو سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟ اتنی سی بچی ہے اور اتنی دین میں سختی؟ لیکن اب جب اسے دیکھا ہے تو واقعی بہت خوشی ہوئی ہے۔" ماہا کے ایک رشتہ دار دوسرے شہر سے شادی میں شرکت کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے اور ماہا کے بارے میں اس کے والد سے گفتگو کر رہے تھے۔

وہ واقعی ایسی لڑکی تھی جو اپنے والدین کی آنکھوں کا تارا اور سب کی نظروں میں ان کی سربلندی کا سبب تھی۔ سب کے جانے کے بعد وہ بیٹھ گئی۔ سب نے اس کے جذبۂ صادق کو سراہا تھا اور اپنے لیے دعا کا کہا تھا۔

وہی ماہا جو کچھ دیر پہلے بیٹھی یہ سوچ رہی تھی ابھی اسے بہت کام کرنا ہے اور اسے بہت ہمت چاہیے... اب ایک نئے سرے سے سوچ رہی تھی کہ کیا یہ واقعی وہی لوگ ہیں جو میرے پردہ کرنے پر اور میرے عالمہ بننے پر بے انتہاء اعتراض کرتے تھے؟ اور قریب تھا کہ میں پردہ کرنا اور مدرسہ چھڑوا کر ہی بیٹھتے... اور اب... یہی لوگ میری تعریف کر رہے ہیں اور میرے پردہ کرنے کو سراہ رہے ہیں۔"

یعنی آج مسکراہٹ اور آنسوؤں کا کیا خوبصورت ملاپ تھا جسے صرف اللہ تعالیٰ ہی دیکھ رہے تھے۔

اس کے سارے سوالات کا جواب مل گیا تھا یعنی جب ایک سال میں یہ لوگ پردے اور تعلیم کی تعریف کر رہے ہیں تو انشاء اللہ! اللہ تعالیٰ کی مدد سے دین کی طرف بھی آجائیں گے اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہوں گے کیوں کہ بے شک دلوں کے بدلنے والے تو اللہ تعالیٰ ہی تو ہیں اور اللہ پاک جی...! آپ مجھے ہی ان لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنایے گا تاکہ اس طرح "گزشتہ کی تلافی ہو جائے...!!!"

اک ہفتہ سخت گرمی، جون جولائی کے درمیانی ایام میں مسلسل پردہ کرتے کرتے اور نقاب لگاتے لگاتے جو الرجی اور دانے اس کے چہرے پر ہو رہے تھے اور اس کی صاف ستھری اور خوبصورت رنگت اور جلد کو خراب کر گئے... اس کے ذہن میں آ گئے۔

وہ حیران اسی بات پر ہوئی کہ برقعہ میں ملبوس نقاب لگائے وہ کس اعتبار سے سب سے زیادہ اچھی لگ رہی ہے؟ مڑ کر دیکھا تو اس کے قریب ہی چند قریبی رشتہ دار کھڑے تھے۔ وہ بھی سب کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی اور اخلاق کے ساتھ سب سے ملنے لگی۔ واقعی اس کی استقامت، اس کا صبر، اس کی برداشت اور اس پر اس کے اخلاق! یہ سب کچھ حسین ہی تو تھا۔

غرور وناز مٹ جاتا ہے جاہ وجلال والوں کا
خدا ساتھی ہوا کرتا استقلال والوں کا

وہ واقعی سب سے زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو جو بہت پیاری لگ رہی تھی لیکن اس کی نظر ان سب پہلوؤں کی طرف تھی ہی کہاں؟ وہ خود کو کبھی کچھ سمجھتی تھی ہی کب تھی۔

کچھ ہونا میرا ذلت وخواری کا سبب ہے
یہ ہے میرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

Nimco
31

کمزور عورت

ثانیہ ساجد عیسانی

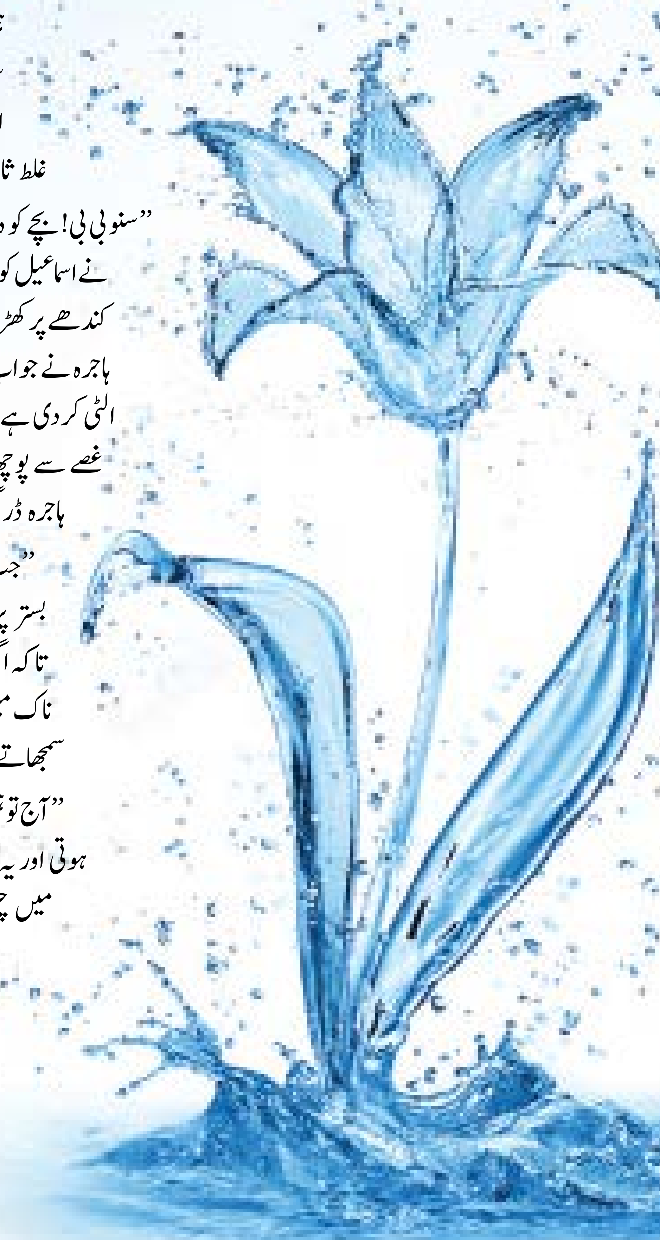

سب کہتے ہیں کہ عورت صنف نازک ہے۔ پیدائشی کمزور ہے۔ سب غلط کہتے ہیں۔ یا یہ صنف نازک کمزور ہوتی ہے جب وہ اپنے چھوٹے بھائی کو تنگ کرنے والے برے لڑکوں کے ماں باپ سے لڑ کر آتی ہے؟ کیا یہ صنف نازک کمزور ہوتی ہے جب وہ دن بھر امی کا ہاتھ بٹانے کے بعد رات بھر جاگ کر پڑھائی کر کے کلاس میں ٹاپ کرتی ہے؟ کیا یہ صنف نازک کمزور ہوتی ہے جب وہ والدین کے گھر سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوتی ہے؟ اور کیا یہ صنف نازک کمزور ہوتی ہے جب وہ سسرال میں تنہا کھڑی ساس کے طعنے، نندوں کی فرمائشیں، بھابھی کی شازشیں اور بدتمیزی سہتی ہے؟

نہیں! یہ صنف نازک بہت مضبوط ہوتی ہے، یہ مضبوط ہوتی ہے، مضبوط ہوتی ہے، جب تک یہ ماں نہیں بنتی۔ اولاد عورت کی سب سے بڑی کمزوری ہوتی ہے۔

ہاجرہ کے لیے وہ دن بہت اہم تھا جب اس نے اپنے بیٹے کو جنم دیا۔ اس کے سسر نے بڑی محبت سے اپنے پوتے کا نام اسماعیل رکھا۔ اسے بھی یہ نام بہت پسند آیا۔ خاندان کا پہلا پوتا ہونے کی وجہ سے اسماعیل سب کی آنکھوں کا تارا بنا ہوا تھا۔

مہمانوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔

سب لوگوں کے جانے کے بعد ہاجرہ نے اپنے بیٹے کو دودھ پلایا اور اسے سلا کر خود بھی لیٹ گئی۔ ابھی اس کی آنکھ لگی ہی تھی کہ ایک اونچی آواز نے اسے جگا دیا۔

"اٹھو بی بی! اب سونے کے دن ختم ہو گئے۔ اٹھ کر اپنا چیک اپ کرواؤ۔" نرس کی یہ بات ہاجرہ کو بہت بری لگی۔

پتا نہیں کیوں لوگ کہتے ہیں کہ بچے ہو جانے کے بعد آرام کے دن ختم ہو جاتے ہیں؟ ہم اپنے بچوں کو سلا کر خود بھی تو سو سکتے ہیں۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اگلے دس منٹ میں اس کی یہ بات غلط ثابت ہونے والی ہے۔

"سنو بی بی! بچے کو دودھ پلا کر ڈکار دلوائی تھی؟" نرس نے اسماعیل کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے کچھ دیر کندھے پر کھڑا کیا تھا مگر ڈکار کی آواز نہیں آئی۔" ہاجرہ نے جواب دیا۔ "یہ دیکھو! تمہارے بچے نے الٹی کر دی ہے۔ تمہارا پہلا بچہ ہے کیا؟" نرس نے غصے سے پوچھا۔ "جی!" اسماعیل کی الٹی دیکھ کر ہاجرہ ڈر گئی تھی۔

"جب تک بچے کو ڈکار نہ آجائے، اسے بستر پر مت لٹانا اور کروٹ پر لٹایا کرو تاکہ اگر خدانخواستہ الٹی کر دے تو اس کی ناک میں نہ چلی جائے۔" نرس نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"آج تو ہمیں نظر آ گیا لیکن اگر تم سوئی ہوئی ہوتی اور یہ الٹی سانس کے ذریعہ اس کی ناک میں چلی جاتی تو تمہیں پتا ہے کہ پھر کیا ہوتا؟" اس خطرناک سوال کو ہوا میں جھومتا چھوڑ کر نرس تو وہاں سے چلی گئی مگر ہاجرہ وہیں کی وہیں بیٹھی رہی اور بیٹھے بیٹھے اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنا شروع ہو گئے۔

"اور اگر یہ الٹی اس کے سانس کے ذریعہ اس کی ناک میں چلی جاتی تو...؟"

نرس کا سوال اس کے کانوں میں گونجنے لگا۔ وہ پورا دن جاگتی رہی۔ رات کو بہت دیر تک اسماعیل کو کندھے پر کھڑا رکھنے کے بعد بالآخر ڈکار کی آواز سنائی دی اور اسے کچھ اطمینان ہوا۔ اسے اپنے سرہانے لٹا کر وہ بھی کچھ دیر کے لیے لیٹ گئی۔ کافی دیر جاگنے کے بعد بالآخر وہ بھی نیند کی آغوش میں چلی گئی۔ ابھی اس کی مشکل سے آنکھ ہی لگی تھی کہ اسماعیل کے رونے کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"کیا ہوا، کیوں رو رہا ہے؟" ہاجرہ نے خود سے سوال کیا۔

"دن میں پیدا ہونے والے بچے رات بھر یونہی بے چین رہتے ہیں۔" برابر والی سیٹ پر لیٹی اس کی ساس نے کروٹ لیتے ہوئے کہا۔

اس کی ساس تو کروٹ بدل کر سو گئی مگر ہاجرہ دن بھر کی تھکاوٹ کے باوجود اپنے بیٹے کو تھامے جاگتی رہی۔

اللہ اللہ کر کے دن رات جاگ کر سوا مہینہ پورا ہوا اور وہ کچھ دنوں کے لیے اپنے میکہ رکنے کے لیے چلی گئی۔

'امی! پتا نہیں کیوں میرے بال بہت روکھے سوکھے ہو گئے ہیں؟" ہاجرہ نے آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور بہت زیادہ گرنے بھی لگے ہیں۔"

"بیٹا! دودھ پلانے والی ماؤں کا یہی حال ہوتا ہے۔" اس کی امی نے شفقت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"لو بھلا! دودھ پلانا بھی ایسا کون سا بڑا گناہ ہے جو یہ سزا ملتی ہے؟" ہاجرہ نے حیرانی سے پوچھا۔

"ارے بدھو! تمہارے اندر کا سارا کیلشیم اور وٹامن تمہارے بچے کے پاس جا رہا ہے تو تمہارے بالوں کی نشو نما کیسے ہو گی؟" اس کی امی نے جواب دیا۔

OOO

"ارے بہو! یہ اس قدر رو کیوں رہا ہے؟" ہاجرہ کی ساس اپنے کمرے سے باہر نکلی اور اونچی آواز میں بولی۔

خیر سے اسماعیل اب چھ مہینے کا ہو گیا تھا اور بیٹھنا بھی سیکھ گیا تھا۔ "پتا نہیں امی! بس بٹھا کر جاتی ہوں اور پیچھے سے رونا شروع کر دیتا ہے۔"

"تو اسے گود میں اٹھاؤ ناں!" یہ کہہ کر اس کی ساس نے کمرے کا دروازہ زور سے بند کیا۔ ہاجرہ کو ابھی کچن کی صفائی کے علاوہ رات کا کھانا بھی پکانا تھا جب کہ اب تک اس نے اسماعیل کے گندے کپڑے جو کہ روز جمع ہو جاتے تھے، وہ بھی نہیں دھوئے تھے۔ اس نے اسماعیل کو گود میں اٹھایا اور کام پر لگ گئی اور بس لگی رہی۔ کام تو اسے ہر حال میں کرنا ہی تھا اور بچہ روئے یہ بھی برداشت نہیں تھا۔ رات کو جب وہ اپنے بستر پر لیٹی تو اس کے سیدھے بازو میں بے حد درد ہو رہا تھا۔ اسماعیل نے ابھی قدم اٹھانا سیکھا ہی تھا کہ ہاجرہ ایک بار پھر امید سے ہو گئی۔ اس دوران ہاجرہ کے شوہر کی نوکری بھی چھوٹ گئی اور وہ کسی چھوٹے سے اسکول میں انتہائی کم آمدنی میں استاد کا کام انجام دے رہا تھا۔

"توبہ توبہ! ہاتھ میں نوکری نہیں جیب میں پیسہ نہیں اور اوپر سے دوسرا بچہ۔" ہاجرہ کی ساس نے یہ خبر سنتے ہی واویلا مچا دیا۔

"میری بات سنو! صرف بچہ پیدا کرنا ہی سب کچھ نہیں ہوتا، ان کی پرورش اور تربیت ہی اصل ہوتا ہے جس کے لیے آج کے دور میں پیسہ بہت ضروری ہوتا ہے۔" اپنے بچوں کی خاطر ہاجرہ نے گھر میں ٹیوشن پڑھانا شروع کر دیا۔ بظاہر تو اس کے پاس کوئی لمبی چوڑی ڈگری نہیں تھی لے دے کر بس انٹر ہی کیا تھا اور اس کا بھی رزلٹ معلوم کرنے کی فرصت نہیں ملی لیکن اپنے اچھے اخلاق اور نیک کردار ہی کی وجہ سے بلڈنگ کے لوگوں نے اپنے بچے اس کے پاس بھیجنا شروع کر دیے۔ زندگی بہت مشکل سے گزر رہی تھی۔ کچھ عرصے بعد اللہ نے ہاجرہ کو ایک پیاری سی بیٹی سے نوازا۔

"ہاجرہ! اب تمہیں ٹیوشن پڑھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" اس کے شوہر نے اپنی بیٹی کو پیار سے تھامتے ہوئے کہا۔ اس نے اپنی بیٹی کا نام سارہ رکھا تھا۔

سارہ کے دنیا میں آتے ہی ان کے حالات بدلتے گئے۔ رفتہ رفتہ گھر میں ہر کام کے لیے ماسی تو آ گئی مگر ہاجرہ پھر بھی آرام سے نہ بیٹھ سکی۔

"کیا پریشانی ہے تمہیں؟ کیوں پورے گھر کا چکر لگا رہی ہو؟" ہاجرہ پچھلے ایک گھنٹے سے کسی گم شدہ چیز کی تلاش میں پورے گھر کا چکر لگا رہی تھی۔

"میرے گلابی جوڑے کا دوپٹہ نہیں مل رہا۔ پتا نہیں کہاں رہ گیا ہے؟" گلابی جوڑا ہاجرہ کا پسندیدہ جوڑا تھا۔

"میں خالہ کے گھر پہن کر گئی تھی۔ واپسی پر بچے بہت بے زار کر رہے تھے۔ پتا نہیں میں نے کہاں رکھ دیا؟"

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی۔ "ارے ہاجرہ بیٹا کیسی ہو؟" اس کی امی کا فون تھا۔

"امی! میرے گلابی جوڑے کا دوپٹا نہیں مل رہا۔" اس نے فون اٹھاتے ہی اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔

"ارے بیٹا! تمہاری خالہ کا فون آیا تھا۔ آج ان کی پڑوسن انہیں ایک گلابی دوپٹہ دے کر گئی ہیں۔ پتا نہیں کیسے وہ ان کی بالکونی میں گر پڑا تھا۔" امی نے تفصیل سے اسے بتایا۔

"ہاں یہ میرے بچوں کے ہی کام ہوں گے۔" اس نے جواب دیا۔

ایک سال بعد اسماعیل اسکول جانے لگے۔ اس کے بعد زندگی کی رفتار اور بھی تیز ہو گئی۔ وہ سو کر اٹھتا تو سارہ کو نیند آنے لگتی۔ سارہ کو کھانا کھلا کر فارغ ہوتی تو اسماعیل کو بھوک لگ جاتی۔ ایک منٹ بھی بیٹھ نہ پاتی تھی وہ۔ زندگی ایک سال بعد ذرا سی تھمی وہ بھی تب جب سارہ بھی اسکول جانے کے قابل ہوئی۔ کم سے کم اب دونوں ایک وقت میں سوتے اور ایک ہی وقت میں جاگتے تھے۔ ایک اچھی ماں ہونے کے ناطے ہاجرہ پر یہ لازم تھا کہ اس کے دونوں بچے کلاس میں اول پوزیشن حاصل کریں اور آج کے زمانے کی یہ کتابیں اس نئے دور کی نسل کو پڑھانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔

"اسماعیل! ایک گھنٹے سے ہوم ورک لے کر بیٹھے ہو۔ کب ختم کرو گے؟" ہاجرہ نے زور دے کر پوچھا۔ "مما! آپ مجھے ڈانٹ کیوں رہی ہیں؟ کر تو رہا ہوں میں۔ اب آپ خود ہی کر لیں، میں نہیں کر رہا۔" چار سالہ اسماعیل دکھی ہو گیا تھا۔ اتنے میں سارہ کوئی وزن دار شے واش روم سے گھسیٹتی ہوئی باہر لے آئی۔

"مما! یہ دیکھیں۔ میں نے اپنا بیگ خود دھویا ہے۔" ننھی سارہ خوشی خوشی بولی۔ یہ دیکھ کر ہاجرہ حواس باختہ ہو گئی کہ نادان سارہ نے اسکول بیگ دھونے سے پہلے اپنی کاپیاں اور کتابیں باہر نہیں نکالی تھیں۔

بچے آٹھ سال کی عمر کو پہنچے تو پورا دن ان کی ریسلنگ چھڑانے میں صرف ہو جاتا۔ کوئی موقع نہیں چھوڑتے لڑائی کرنے کا۔ ہاجرہ سمجھ نہیں پاتی تھی کہ ایسی کون سی ایکٹیویٹی میں انہیں مصروف رکھے کہ انہیں لڑنے کا وقت میسر نہ ہو سکے۔ پھر جب 16 واں سال لگا تو بچے اتنے مصروف ہوئے کہ لڑنا تو دور کی بات، ملنے تک کا ٹائم نہیں ملتا تھا۔ اب تو وہ خود ہی سب کچھ کر لیتے تھے۔ صبح خود اٹھ کر ناشتہ بنا کر کالج چلے جاتے تھے لیکن ہاجرہ پھر بھی چین سے نہ بیٹھ سکی کیوں کہ ماں جو تھی۔ ان کے جاتے ہی اس کا دل ہر وقت ان کی کامیابیوں کی دعاؤں میں مشغول رہتا۔ ان کے گھر واپس آتے ہی وہ ان کی دنیا بھر کی باتیں سننے میں مشغول ہو جاتی۔ انہیں صحیح راستہ دکھاتی اور ان کا حوصلہ بڑھاتی۔

بچے جب شادی کی عمر کو پہنچے تو اسماعیل نے اپنی خالہ کی بیٹی سے پسندیدگی کا اظہار کیا جب کہ سارہ کی پھوپھو اپنے بیٹے کی پسند پر اس کا بھی رشتہ لے آئیں۔ گھر کے بچے تھے

چناں چہ دونوں میاں بیوی نے آنکھ بند کر کے حامی بھر لی۔ خوشی خوشی دونوں بچوں کی شادیاں ہو گئیں۔ پھوپھو کا بیٹا سارہ کے لیے اچھا شوہر ثابت ہوا جب کہ ہاجرہ کی بہو بھی ایک نیک سیرت لڑکی تھی۔ شادی کے کچھ عرصے بعد سارہ کو کھانسی شروع ہو گئی۔ موسم کی تبدیلی سمجھ کر ہاجرہ نے ایک چمچ شہد میں ایک چٹکی نمک ڈال کر چاٹ لیا تو وقتی طور پر کھانسی رک گئی۔ رفتہ رفتہ یہ کھانسی بڑھتی چلی گئی۔ کئی کئی دیر ہاجرہ کھانستی رہتی اور کھانسی تب تک نہ رکتی جب تک اس کی بہو نیم گرم شہد اس کے منہ میں نہ ڈال دیتی۔

''اماں! آپ ڈاکٹر سے دوا کیوں نہیں لے لیتیں؟'' ایک دن اس کی بہو نے کہہ ڈالا۔

''ہاں بیٹا! جاؤں گی کسی روز۔'' بوڑھی ہاجرہ نے کھانستے ہوئے کہا۔

''ارے بھائی! کہاں جانا ہے آپ کو؟'' پیچھے سے سارہ کی آواز آئی۔

''دیکھیں نا سارہ باجی! اماں کو ایک عرصہ سے کھانسی کا عارضہ لاحق ہے لیکن وہ ڈاکٹر کو دکھانے کا نام تک نہیں لیتیں۔'' بہو نے ساری کہانی سنادی۔

''کیا مطلب! ایک عرصے سے؟'' اپنی نئی نویلی شادی شدہ زندگی میں مگن سارہ نے حیرانی کا اظہار کیا۔

''ارے کچھ نہیں ہوا ہے مجھے! جاؤ تم سارہ کے لیے پانی تو لے آؤ۔'' ہاجرہ نے پیار سے اپنی بہو کو دیکھا۔ میں ٹھیک ہوں۔

''امی! آپ کو ایک عرصے سے کھانسی ہے اور مجھے پتا ہی نہیں۔'' سارہ پھر بولی۔

''نہیں! بس یونہی موسم بدلتا ہے تو گلے میں خراش پیدا ہو جاتی ہے۔'' ہاجرہ نے ایک بار پھر ٹالا۔

''اماں! آپ اپنا خیال کیوں نہیں رکھتیں؟'' سارہ کے چہرے پر پریشانی تھی۔

''ارے بیٹا! جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے تو وہ پھر سے بچہ بن جاتا ہے اور بچہ بھی بھلا کیا خود اپنا خیال رکھ سکتا ہے؟'' ہاجرہ نے اپنے دل کی بات کہہ ڈالی۔

''اوہ اماں!'' سارہ کی آنکھیں بھر آئیں۔

''چلیں! میں آپ کو ابھی ڈاکٹر کے پاس لے چلتی ہوں۔''

''بڑھاپا انسان کو بچہ ضرور بنا دیتا ہے مگر ممتا بڑھاپے میں بھی اسی طرح تڑپ رہی ہوتی ہے جس طرح وہ اس دن تڑپی تھی جب بچہ اس دنیا میں آنکھ کھولتا ہے۔'' ہاجرہ نے جواب دیا۔

''تم تھکی ہاری سسرال سے آئی ہو وہ بھی صرف ایک دن کے لیے۔ اپنے آرام پر دھیان دو۔ میرا کیا ہے؟ میں تو کل بھی چلی جاؤں گی ڈاکٹر کے پاس۔''

''ہاں میں تھکی ہوئی تو بہت ہوں۔'' سارہ نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔ ''لیکن پھر آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ آپ کل اسماعیل کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس ضرور جائیں گی۔''

''ہاں بھئی چلی جاؤں گی۔'' ہاجرہ نے پھر بات ٹالی۔

''اب یہ بتاؤ کہ رات کو کھانے میں کیا کھاؤ گی؟''

''اماں آج بریانی کھانے کو دل چاہ رہا ہے۔ اس کے ساتھ میٹھے میں انڈے والی پڈنگ بنا لینا اور شام کے لیے لزانیا بنا لینا۔'' سارہ نے فرمائشوں کی فہرست بتا ڈالی۔

ٹھیک ہے بیٹا! میں ابھی سے کھانا پکانے کی تیاری شروع کرتی ہوں اور تب تک تم سو جاؤ۔'' ہاجرہ کمر باندھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

ٹھیک ایک ماہ بعد سارہ کو اللہ نے ایک بیٹے سے نوازا۔ ہاجرہ جب اپنے نواسے سے ملنے ہسپتال نہ آسکی تو سارہ نے فون کر کے اماں کی طبیعت پوچھی۔

''اماں! آپ کو اتنی کھانسی ہے اور آپ ابھی تک ڈاکٹر کے پاس نہیں گئیں؟ میں ابھی اسماعیل کی خبر لیتی ہوں۔'' سارہ غصے سے پاگل ہو گئی۔

''ارے بیٹا! اسے کچھ مت کہنا۔'' ہاجرہ تڑپ اٹھی۔

''تمہیں تو پتا ہے کہ اب تمہارے ابا سے کوئی کام تو ہوتا نہیں ہے اس لیے اب بے چارہ اسماعیل کاروبار سنبھالے، گھر سنبھالے اور کیا کیا کرے؟ اس کی شادی کو ایک سال ہی ہوا ہے اور اسے اپنی بیوی کے لیے اتنا کم ٹائم ملتا ہے۔ ایسے میں اب میں بھی اس پر بوجھ بن جاؤں تو یہ زیادتی ہوگی اور اب پھر اس کی بیوی بھی اس حال میں ہے کہ اسے اسماعیل کی زیادہ ضرورت ہے۔''

''اور آپ کو؟'' آپ کو اس وقت ڈاکٹر کی سخت ضرورت ہے اماں۔ میں آپ کے پاس کل ہی آرہی ہوں اور میں خود آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے کر چلوں گی۔'' سارہ جذباتی ہو گئی۔ ''نہیں بیٹا! تمہارا بیٹا چھوٹا ہے اور کہیں میری کھانسی کے جراثیم اسے نہ لگ جائیں۔ اس لیے تم مت آنا۔'' ہاجرہ نے پھر انکار کیا۔

''اماں آپ چاہے کچھ بھی کہیں لیکن میں کل ضرور آؤں گی اور آپ کو ڈاکٹر کے پاس ضرور لے کر جاؤں گی۔'' یہ کہہ کر سارہ نے فون بند کر دیا۔

اگلے دن سارہ صبح صبح اپنی ماں کے گھر پہنچی۔ آج گھر میں عجیب سی ویرانی تھی اور کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔

''اماں!'' اس نے زور سے آواز لگائی۔ کوئی جواب نہیں آیا۔

وہ دوڑتی ہوئی اپنی اماں کے کمرے کی طرف گئی۔ ہاجرہ اپنے بستر پر بے جان پڑی تھی اور اسماعیل ان کے سرہانے سر جھکائے اشک بار بیٹھا تھا۔ یہ دیکھ کر سارہ کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ وہ گرنے لگی تھی کہ اس نے پیچھے ہٹ کر دیوار سے سہارہ لیا۔

اسماعیل نے سارہ کی طرف منہ کیا اور کہا: ''سارہ! اماں ہمیں چھوڑ کر چلی گئیں۔''

''کیسے ہوا یہ سب اسماعیل؟'' سارہ نے چیخ کر پوچھا۔

''وہ یہاں بستر پر بیٹھ کر ہمیشہ کی طرح کھانس رہی تھیں کہ اچانک کھانستے کھانستے ان کا سانس رک گیا اور وہ چلی گئیں۔'' اسماعیل نے روتے ہوئے بتایا۔

سارہ نے روتے ہوئے بھائی کی طرف دیکھا اور ان دونوں کی آنکھوں میں اعتراف تھا: ''ہماری اماں ایک سال سے کھانس رہی تھیں اور ہم تب آئے جب کھانسی نے ان کی آواز ہمیشہ کے لیے بند کر دی۔''

ہاجرہ کے چلے جانے کے بعد اسماعیل کو اللہ نے ایک بیٹی سے نوازا۔ اس نے اپنی بیٹی کا نام ہاجرہ ہی رکھا۔ جب وہ ہاجرہ کو ہسپتال سے گھر لے کر آیا تو اسے محسوس ہوا کہ جیسے آج دنیا میں سورج ہی طلوع نہ ہوا ہو۔ واقعی میں ماں کا وجود سورج کی مانند ہے جس کے بغیر زندگی نہیں چل سکتی لیکن جس کے روز طلوع ہونے سے وہ اپنی اہمیت کھو بیٹھا ہو۔

اب جب سارہ اپنے بیٹے کے لیے اور اسماعیل اپنی بیٹی کے لیے کوئی بھی قربانی دیتے تو انہیں اس بات کا احساس ہوتا کہ ان کی ماں نے اس سے بھی بڑھ کر قربانیاں ان کے لیے دی ہوں گی اور انہوں نے اپنی ماں کی ذرا سی کھانسی پر توجہ نہ دی۔

ایک ماں برتن مانجھ کر دو چار بچے آرام سے پال سکتی ہے لیکن دو چار بچے مل کر بھی ایک ماں کو نہیں پال سکتے۔

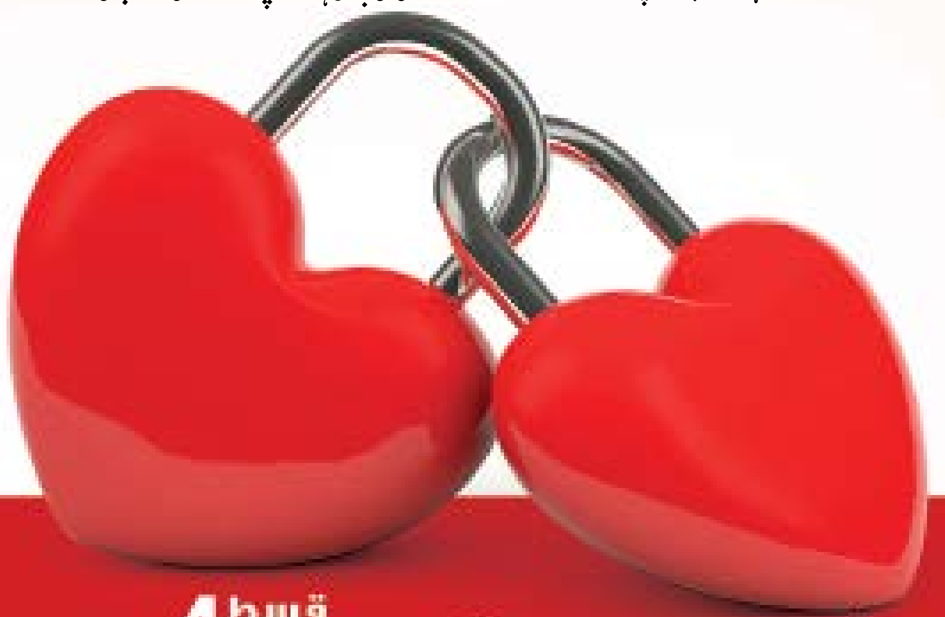

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

قسط نمبر 4

ام مصطفیٰ

''عفیفہ! تم میری زندگی ہو' میں اپنی عمر کے بدلے تمہاری حیات مانگوں رب کریم سے...''

''نہیں! آپ ایسا مت کہیں۔'' عفیفہ نے عدنان کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ عفیفہ ہسپتال کے سفید بستر پر اور سفید لباس میں جنت کی حور لگ رہی تھی جس کو اب چند دن و ماہ ہی میں جنت کا راہی بننا تھا۔ زندگی میں ایسا امتحان بھی آسکتا ہے کہ سب کچھ پاس ہوتے ہوئے بھی انسان خالی ہاتھ ہو جاتا ہے۔

دراصل عفیفہ کے ٹیسٹ اور مکمل رپورٹس سے معدہ کا کینسر تشخیص ہوا تھا۔ عدنان کے لیے تو یہ سب ناقابلِ یقین اور ناقابلِ برداشت تھا۔ اپنی جان سے عزیز شریک حیات کو اپنے ہاتھوں سے یکدم نکلتا محسوس کر کے اس کی اپنی جان جیسے نکلتی جا رہی تھی لیکن زندگی کے اس کٹھن مرحلے پر بھی عفیفہ کا توکّل علی اللہ اور ضبطِ اعصاب ناقابلِ بیان تھا۔ وہ عدنان کو اس طرح تسلیاں دیے رہی تھی جیسے یہ بیماری اسے نہیں بل کہ عدنان کی تشخیص ہوئی ہو۔ سیٹھ صلاح الدین اپنے بیٹے کی حالت دیکھ نہیں پا رہے تھے مگر اسی عفیفہ بہو نے ان کو رب سے شکوہ کرنے کے بجائے اس کی شکر گزاری کے بول سکھائے تھے۔

''یا الٰہی...!'' ننھے انس کے ہاتھ اپنے رب کے حضور اپنی ماں کی صحت کے لیے دعا گو تھے اور آج وہ دو سالہ سعد کے بھی ننھے منے ہاتھ پکڑ کر اسے دعا مانگنا سکھا رہا تھا۔ ان کے اس انداز پر اس کے نانی نانا بلک بلک کر رو پڑے لیکن وقت ایک اور ستم عدنان پر ڈھا گیا اور عفیفہ اپنی زندگی کی بازی ہار کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملی۔

اس کی چاہت میں ہم بکھرے ہیں مٹی کی طرح
وہ تو خوشبو تھی' اسے ایک دن ہوا ہونا ہی تھا
کس قدر خوش فہمیاں تھیں اس کی قربت میں ہمیں
کچھ نہ کچھ جرم توقع کا ہونا ہی تھا

○○○

ملیحہ آج اس یورپی سوسائٹی سے بہت نالاں تھی اور اس دن کو کوس رہی تھی جس دن وہ شہروز کے پلّے باندھی گئی تھی۔ آج شہروز نے اسے بہت مارا تھا کیوں کہ وہ جوا ہارا تھا اور اس ملعون عادت نے آج اس سے ایسی شرط لگوا دی تھی کہ وہ اس میں اپنی عزت ہار آیا تھا اور جب اس نے اس بات کو پورا کرنے کا تقاضہ ملیحہ سے کیا تو وہ قطعیت سے انکار کر بیٹھی اور پھر ام الخبائث (شراب) کے نشے میں شہروز نے ملیحہ کو خوب زدوکوب کیا اور اس کے ساتھ طلاق کا ہار بھی اس کے گلے میں ڈال دیا۔

آگہی کے لمحوں میں جب
حقیقتوں کا ادراک ہوتا ہے
زندگی میں تلخ لمحے بنتے ہیں
سوچ کے در و دیوار پر
زلزلہ سا آتا ہے
چین پھر کسی پل نہیں آتا ہے
اپنا ہی بویا سامنے جب آتا ہے
شدتِ دکھ سے دل تڑپ سا جاتا ہے
سانپ بن کر ہر ہر لمحہ ڈستا جاتا ہے

ملیحہ کو زدوکوب کرنے اور اس کے علاوہ چند اور جرائم کرنے کی پاداش میں شہروز کو جیل جانا پڑا جب کہ ملیحہ کو ضروری ٹریٹمنٹ کے بعد پاکستان بھجوا دیا گیا۔

دراصل ان کے پڑوس میں ایک انڈین فیملی رہتی تھی جو شہروز کے انداز و اطوار سے اب ان دونوں کی کشیدگی کو سمجھ گئی تھی۔ اس دن اس قدر توڑ پھوڑ اور چلانے کی آوازوں اور پھر شہروز کے غصے کے عالم میں باہر نکلنے کے بعد جب انہوں نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا لیکن ملیحہ تو اپنے دم میں ہی نہیں تھی' جس پر انہوں نے فوری طور پر پولیس کو اطلاع کی اور اس طرح یہ تمام صورتحال عمل میں آئی۔

○○○

انس اور سعد کی ''ماما جانی' ماماجانی'' کی گردان سے عدنان سمیت گھر کا ہر فرد عفیفہ کو بھلا نہیں پا رہا تھا۔

(جاری ہے)

باپ کا بیٹی کے نام خط

محمد دانش

خط نمبر 17

میری سعادتمند بیٹی۔ ہزار ہا دعائیں

اس خط کے ذریعے تمہیں بھولا ہوا سبق یاد دلا رہا ہوں، تاکہ جن اصولوں پر تمہاری اخلاقی تربیت ہوئی تھی، اُن پر تم اپنی بیٹی کی بھی تربیت کر سکو۔

بیٹی! سچائی ایک ایسی بنیاد ہے جس پر اعلیٰ کردار کی عظیم اور بلند عمارت تعمیر ہوتی ہے اور جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا o یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ "(سورۃ الاحزاب:70-71)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی سچی بات کہا کرو۔ اللہ تمہارے فائدے کے لیے تمہارے کام سنوار دے گا اور تمہارے گناہوں کی مغفرت کردے گا۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے: "تم سچ کو لازم پکڑو، سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی راہ بتاتی ہے اور انسان سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کا خوب دھیان رکھتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک صدّیق یعنی (بہت سچائی والا) لکھ دیا جاتا ہے۔"

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جھوٹ سے بچو، کیوں کہ جھوٹ فجور (یعنی گناہوں میں مبتلا ہونے) کی راہ دکھاتا ہے اور انسان برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کا دھیان رکھتا ہے (یعنی جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کے مواقع ڈھونڈتا رہتا ہے) یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے" (بخاری، مسلم)

جھوٹ کی وجہ سے انسان کو دین و دنیا دونوں میں ذلت ہوتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ کچھ لوگ عادتاً جھوٹ بول دیتے ہیں، کچھ ازراہ مذاق غلط بیانی سے کام لیتے ہیں اور کچھ لوگ مصلحت کے تحت جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں اور کچھ شوقیہ اور غیر ارادی طور پر بس یونہی جھوٹ بول دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک خاتون سے کسی نے اُن کے پرس کی تعریف کی اور اُس کی قیمت پوچھی تو انہوں نے حقیقی قیمت سے دو سو روپے زیادہ بتادی۔ اب اگر پہلی خاتون کو اس پرس کی اصلی قیمت معلوم ہو جائے تو اُس کے دل میں غلط قیمت بتانے والی کی عزت باقی نہیں رہے گی اور نہ ہی غلط بیانی پر اس کو کوئی فائدہ ہوگا۔ ہاں کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو ہر ایک کو نہیں بتائی جا سکتیں کیوں کہ ان کا ذکر کرنے سے دل دکھنے، لڑائی جھگڑا ہونے یا راز افشاں ہونے کا ڈر ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں غلط بیانی کرنے سے خاموشی اختیار کرنا بہتر ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک جھوٹ چھپانے کے لیے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ تو بہتر یہی ہے کہ جتنا ہو سکے جھوٹ سے پرہیز کیا جائے۔ بیٹی! یاد رکھنا سچ میں فلاح، سکون اور عزت و وقار ہے۔

بیٹی! آپ نے یہ تو سُنا ہوگا کہ "Honesty is the best Policy" (ایمانداری اچھی خصلت ہے) یہ صرف کہاوت نہیں ہے بل کہ ایسی حقیقت ہے کہ اگر اسے انسان اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں اپنا شعار بنالے تو دین و دنیا میں سُرخرُو ہو جاتا ہے۔ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ "محنت اور ایمان داری کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔" صرف کہتا ہی نہیں ہوں بل کہ میرا ایمان و مشاہدہ بھی یہی ہے۔ میں نے بے شمار ایسے افراد دیکھے ہیں جنہوں نے ایمانداری، محنت اور لگن سے کام کرکے ترقی کی اور زندگی کے اعلیٰ مراتب حاصل کیے۔ اگرچہ ابتدا میں انہیں مخالفتوں اور دیگر آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے اور معاشرے کے کرپٹ عناصر انہیں آگے نہیں آنے دیتے تاہم اگر وہ منفی روّیوں سے دل برداشتہ نہ ہوں اور ہمت سے کام لیں تو بالآخر انہیں دنیا میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور عاقبت بھی سنور جاتی ہے۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ انسان سب سے پہلے اپنے آپ سے ایمان دار ہو یعنی اپنی حقیقت کا صحیح اور منصفانہ ادراک کرے اور کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ ہو۔ پھر اپنے فرائض کی ادائیگی میں اپنی تعلیم میں، اور اپنے لین دین میں ایمان دار ہو۔ یہی امانت داری کا معاملہ ہے۔ امانت داری سے مراد کسی کی ملکیت یا رکھی ہوئی چیز کو حفاظت سے اس کے مالک اور حق دار تک پہنچانا ہے۔ ارشاد ربّانی ہے: "یقیناً اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ تم امانتیں ان کے اہل اور حق دار لوگوں کے سُپرد کرو" (النساء)

اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "منافق کی تین نشانیاں ہیں:

(۱) جب بولے، جھوٹ بولے۔ (۲) جب کوئی وعدہ کرے، اسے پورا نہ کرے۔ (۳) جب کوئی امانت سونپی جائے، اس میں خیانت کرے۔"

لہٰذا بیٹی! نیک سیرت ہونے کا ایک اہم جزو امانت داری بھی ہے۔ خیال رہے کہ اگر کوئی بات یا راز آپ کو بتا کر ساتھ یہ کہہ دیا جائے کہ وہ کسی دوسرے شخص کو معلوم نہ ہو تو وہ بھی ایک طرح کی امانت ہو جاتی ہے اور کسی دوسرے سے اس کا ذکر کرنا امانت میں خیانت کے زُمرے میں آتا ہے۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ کسی کے رکھوائے ہوئے کپڑے، زیور یا کوئی بھی استعمال کی چیز اُس کی اجازت کے بغیر استعمال کرلی جاتی ہے، یہ بھی امانت داری کے اصول کے خلاف ہے۔ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اُن کے استعمال سے پہلے اجازت طلب کی جائے۔ استعمال کے بعد بتادینا بھی غیر مناسب ہے۔ بیٹی! اپنی شخصیت کے ارتقائی دور میں ان باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

دعاگو
آپ کے ابو

New Zaiby
26

ریل کا راستہ

ڈاکٹر الماس روحی

رات بڑی گہری تھی۔ ریلوے اسٹیشن سے ریل گاڑی لہراتی ہوئی چل رہی تھی۔ چھکا چھک کرتی ڈگمگاتی، جھومتی اور سیٹی بجاتی ہوئی یہ ریل میدان، پہاڑ سے گزرتی، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھارہی تھی۔ رانا، راشد اور رابعہ پہلی بار ریل گاڑی میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ریل گاڑی بہت لمبی تھی جو پٹڑی پر چل رہی تھی۔ اس کے بہت سے ڈبے تھے۔ سب سے آگے انجن تھا۔ انجن ریل گاڑی کو کھینچ رہا تھا۔ سب سے پیچھے گارڈ کا ڈبہ تھا۔ گارڈ جب ڈرائیور کو ہری جھنڈی دکھاتا تو ریل گاڑی اسٹیشن سے چل پڑتی۔ ریل گاڑی کی سیٹی کی آواز دور دور تک جارہی تھی۔ ہوا کے تیز جھونکوں میں چھم چھم کرتی ریل گاڑی میدان سے جب گزرتی، رینگتی، مڑتی، ہانپتی اس ریل کے شور سے بچوں کے دل دھڑک اٹھتے۔ پل، دریا اور ساحل سے گزرتی ہوئی ریل گاڑی میں تیز بوندوں کے ساتھ تیز ہوا سے ٹھنڈک بچوں کی ناک کے رستے اندر اترنے لگی۔

وہ کھڑکی سے منہ نکالتے اور ہاتھ ہلاتے جارہے تھے۔ رانا، رابعہ اور راشد بہت خوش تھے۔ وہ دادا جی کے ساتھ راولپنڈی جارہے تھے۔ جہاں ان کے چچا راحیل رہتے تھے۔ چچا کے بیٹے رمنا اور ریحان سے ان بچوں کی بہت دوستی تھی۔ رمنا اور ریحان دادا جی سے بھی بہت پیار کرتے تھے۔ دادا جی نے ان بچوں کے لیے ربڑی خریدی تھی۔ رانا نے دیکھا کہ ایک بچہ اپنا سبق ریل گاڑی میں بیٹھا رٹ رہا تھا۔

رابعہ بولی: ”ارے! یہ تو وہی بچہ ہے جو ریلوے اسٹیشن پر بسکٹ اور ریوڑیاں بیچ رہا تھا۔“

دادا جی نے اس بچے کو شاباشی دی۔ اس بچے کا نام راحت تھا۔ وہ ہر ریلوے اسٹیشن پر کھانے پینے کی چیزیں بیچتا اور پھر روکھی سوکھی روٹی کھاتا اور کسی بھی ایسے ڈبے میں جہاں روشنی ہوتی تھی، بیٹھ کر اپنا سبق یاد کرتا۔

دور بیٹھی ہوئی ایک عورت کو ایک غریب بچی کیلے بیچ رہی تھی۔ اس نے بتایا: ”یہ لڑکی رشتے میں میری بہن ہے۔ اس کا نام راشدہ ہے۔“

رانا نے کہا: ”ارے! یہ تو وہی لڑکی ہے جو ریلوے اسٹیشن پر ریشمی دھاگوں سے بنے رومال اور رسالے بیچ رہی تھی۔“ راحت نے بتایا کہ ہم دونوں بہن بھائی اپنے روپے جمع کر کے اپنی بیمار ماں کا علاج کرواتے ہیں۔“

دادا جی نے بچی سے کیلے خریدے اور اسے بیس روپے دیے۔ بچی بہت خوش ہوئی۔ اس نے رابعہ کو بتایا کہ اس کے پاس ایک گڈا گڑیا ہے۔ ان کے نام راجا اور رانی ہیں لیکن اسے ان سے کھیلنے کا وقت نہیں ملتا۔“

رمضان کا مہینہ تھا۔ آج تیسرا روزہ تھا۔ ریلوے اسٹیشن پر گاڑی رکی۔ ہر کوئی روزہ کھولنے کی تیاری کر رہا تھا۔ رنگ رنگ کے کپڑے پہنے لوگ ڈبے سے چڑھ اور اتر رہے تھے۔ یہاں بہت لوگوں کی ریل پیل تھی۔ راشد، رانا اور رابعہ بھی دادا جی کے ساتھ اپنے ڈبے سے اترے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک ڈبہ لوگوں سے بہت بھرا ہوا تھا۔ کوئی اپنے سر پر کپڑوں کا گٹھڑا رکھ کر چڑھ رہا تھا۔ کوئی کھیت سے گنے رسّے سے باندھ لایا تھا اور کوئی چارپائی، رضائی اٹھا لایا تھا اور کوئی رسّی سے بندھا اپنا بوریا بستر رکھ رہا تھا۔ ہر کوئی شور مچا رہا تھا۔ دادا جی نے بتایا: ”اس ڈبے میں اتنے لوگ اس لیے تھے کہ یہ تیسرے درجے کا ڈبہ تھا جس کا کرایہ کم تھا۔“ اذان ہونے والی تھی۔ رس بھرے آم اور رس گلّے دادا جی نے اسٹیشن سے خریدے تھے۔ سب نے روزہ افطار کیا اور اپنے رب کا شکر ادا کیا جو سب کو رزق دیتا ہے۔ تھوڑی دیر میں سیٹی بجی، انجن سے دھواں اٹھا اور ریل گاڑی اسٹیشن سے روانہ ہوئی۔ چھکا چھک کرتی ہوئی ریل گاڑی کی رفتار آہستہ آہستہ تیز ہوتی چلی گئی۔ صبح رانا، راشد اور رابعہ کی آنکھ کھلی تو انہوں نے دیکھا کہ راولپنڈی کا اسٹیشن آچکا تھا۔ چچا اور ان کے بچوں سے مل کر دادا جی اور یہ بچے بہت خوش ہوئے۔ رات بچوں نے ریل گاڑی کے سفر کا آنکھوں دیکھا حال سب کو سنایا۔

ڈگمگاتی	ہلتی جلتی	رینگتی	آہستہ آہستہ
ربڑی	میٹھا جما ہوا دودھ	ریوڑیاں	گڑ اور چینی کی مٹھائی
رضائی	لحاف، کمبل	رس گلے	ایک قسم کی مٹھائی کا نام
رفتار	چال		

عائشہ ادب سے کھڑی ہوئی اور اس نے بتایا کہ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ ”تحیّتُہ الغسل (یعنی غسل کے فوراً بعد اگر مکروہ وقت نہ ہو) تو جس نے دو نفل پڑھے (تحیتہ الغسل کی نیت سے) تو اُس نے جنت میں محل بطورِ انعام پالیا۔“

”شاباش عائشہ!“ مس نے ستائشی نگاہوں سے عائشہ کو دیکھا اور قلم اُس کی طرف بڑھا دیا۔

”جزاکِ اللہ مس۔“ ”وایّاکُم عائشہ!“

”ہم م م...اب یہ تیسرا محل کس کس نے حاصل کرنا ہے؟“ پوری کلاس نے پھر سے ہاتھ بُلند کیے اور اس طرح پیریڈ مکمل ہوا۔

امی پڑوس میں سے تعزیت سے ہو کر آئیں تھیں۔ دراصل فروا اور عفرا کے پڑوس میں جو آنٹی رہتی تھیں ان کا نواسا پچھلے دنوں بخار میں مبتلا رہا اور پھر کل ہی قضائے اِلٰہی سے انتقال کر گیا تھا۔ ننھا مُنّا اسفند ان سب کو اتنا پیارا لگتا تھا کہ وہ جب بھی اپنی نانی کے ہاں آتا تو فروا، عفرا اُسے اپنے ہاں اٹھا لاتیں اور اب اُس کا اس طرح دنیا سے چلا جانا ان پر بڑا ہی شاک گزر رہا تھا۔ امی ان کی روئی روئی اُداس صورتوں کو دیکھ کر گویا ہوئیں : ”بیٹا! کیا آپ جانتی ہیں کہ حدیثِ نبوی ﷺ کا مفہوم ہے کہ ”جب کسی انسان کے چھوٹے نابالغ بچے کا انتقال ہوتا ہے اور وہ اس پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہتا ہے (یعنی صبر کے ساتھ رب کا شُکر ادا کرتا ہے) تو پھر فرشتے جب ربِّ کائنات کے دربار میں حاضر ہو کر اس کا شکر بتاتے ہیں تو اللہ رب العزت اُس شکر کے طُفیل جو کہ اُس نے اِس جان لیوا موقع پر ادا کیا (اولاد کی موت کا غم جان لیوا ہی ہوتا ہے) فرشتوں سے خوش ہو کر فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے لیے بیت الحمد (یعنی شکر کا گھر) تعمیر کیا جائے۔“ فروا اور عفرا نے بھی امی کے سمجھانے پر (اناللہ) کے ساتھ (الحمد للہ) کہا کہ جو رب کی رضا وہی بندے کی رضا ہونی چاہیے اور ساتھ ہی اسفند کے امی ابو اور قریبی رشتے داروں کے لیے صبرِ جمیل کی دعا بھی مانگی جب کہ عائشہ یہ سب باتیں سن کر مس صالحہ کے جنت کے محل کے متعلق سوچ رہی تھی کہ اللہ پاک کس کس بہانے سے اپنے بندوں کو نوازتے ہیں۔

کلاس کی تمام بچیاں بڑی توجہ سے مس صالحہ کی بات سن رہی تھیں : ”تو اب کون کون جنت میں محل بنانا شروع کرے گا؟“

بیک وقت ہی پوری کلاس نے ہاتھ بلند کیے اور مس صالحہ کے چہرے پر ایک آسودہ مسکراہٹ آکر ٹھہر گئی۔

دراصل مس صالحہ گاہے بگاہے اپنی کلاس کی بچیوں کو اعمال کی ترغیب دیتی رہتی تھیں اور ان کی ترغیب یا نصیحت اتنے پیارے اور موئثر انداز میں ہوتی کہ بچیاں خود بخود اعمال کی طرف راغب ہو جاتیں اور پھر بعض دفعہ مس صالحہ ان کو انعامات سے بھی نوازتیں۔ آج بھی مس صالحہ بچیوں کو جنت میں گھر بنانے کی ترغیب دے رہی تھیں کہ ”جنت میں گھر بلاشبہ ہم سب کی ضرورت ہے۔ دنیا کی عارضی زندگی تو محل میں بھی گزر جائے گی اور جھونپڑی میں بھی۔ اصل اور دائمی حیات میں گھر کی اور بڑے سے گھر کی ہم سب کو ضرورت ہے۔ نبی علیہ السلام کی بہت سی احادیث میں اعمال کا بدلہ جنت میں محل اور شکرانے کے محل کی صورت میں بتایا گیا ہے۔“

اور آج مس نے اس کلاس کو ایک حدیث بتا کر اس کا اجر بتایا۔ حضرت اُمِ حبیبہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”جس نے پورے دن میں بارہ (12) رکعتوں (سنّت) کا اہتمام کیا گویا اُس نے جنت میں گھر پا لیا۔ “(ان بارہ رکعتوں سے مراد پانچوں نمازوں کی سنتِ موکّدہ ہیں۔) یعنی صرف اس حدیث کو مدِّ نظر رکھ کر استحضار کی ضرورت ہے‘ حالاں کہ ہم سب یہ بارہ سنّتیں روزانہ ادا کرتے ہیں‘ فقط نیّتوں پر اَجر ہے۔ اس کے علاوہ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا : ”چھ رکعت نفل (اوّابین) کے مغرب کے بعد جس نے ادا کیے ‘اُس نے جنت میں محل پا لیا۔“ یعنی پورے دن میں ہم دو محل (وہ بھی جنت کے) بڑی آسانی سے بنا سکتے ہیں اور اب تمام بچیاں اسی نیّت کے ساتھ مس سے وعدہ کر کے گئیں کہ ہم اب ان دو محلوں کو روزانہ حاصل کریں گی۔

آج ایک ہفتے بعد مس صالحہ پھر کلاس میں ترغیبی بات چلا رہی تھیں اور تمام بچیاں اپنے محل گنوا رہی تھیں۔ ”اچھا! اب میں آپ کو بتاتی ہوں کہ آپ دو کے بجائے تین محل بھی روزانہ اپنے لیے بُک کروا سکتیں ہیں۔“ مس صالحہ نے ذو معنی لہجے میں کہا۔ بچیاں مس کو حیرت سے دیکھنے لگیں‘ جب کہ مس نے کہا کہ ”اس تیسرے محل کے حصول کا طریقہ اگر کوئی بچی بتائے گی تو میری طرف سے یہ قلم اُس کے لیے انعام ہوگا۔“ اور ساتھ ہی ایک سُنہرا قلم مس کے ہاتھ میں لہرانے لگا۔ مس کے استفسار پر سب کی نظریں عائشہ پر ٹِک گئیں۔ (بقیہ صفحہ 39 پر)

Golden foods
41

خدا پوچھے گا محشر میں تو کیا دو گے جواب اس کا

بیشک گروہِ جادۂ حق و صداقت سے کہاں گم ہو
تمہیں آواز فطرت دے رہی ہے اے مسلمانو!

تمہاری زندگی خوابیدہ ہے آغوشِ غفلت میں
حرارت جوشِ ایماں کی کہاں ہے نبضِ جرأت میں

تم آخر بہہ رہے ہو دل میں سوچو تو
خدا کو بھول بیٹھے' دین کی خدمت سے غافل ہو

خدا کے دین کی خدمت تمہارا فرض تھا پہلا
ذرا سوچو کہاں تک تم نے اپنے فرض کو سمجھا

کہاں تک تم کو سرکارِ دو عالم سے محبت ہے
کہاں تک تم کو حاصل خالقِ عالم کی قربت ہے

کہاں تک تم نے خیرِ امت کا مدّعا سمجھا
کہاں تک تم نے دنیا میں خدا کا دین پھیلایا

کہاں تک تم رسول اللہ کی سنت کے پیرو ہو
خدا کا خوف ہے دل میں' کہاں تک اس سے ڈرتے ہو

کہاں تک خدمتِ دینِ مطہّر کررہے ہو تم
کہاں تک عظمتِ حکمِ پیغمبر کر رہے ہو تم

کہاں تک یاد رکھا ہے سبق تم نے شریعت کا
کہاں تک پاس ہے تم کو مساوات و اخوت کا

کہاں تک زندگی کو تم نے کار آمد بنایاہے
کہاں تک تم نے دنیا کو پیامِ حق سنایا ہے

کہاں تک تم نے کی ہے قدرِ انعامِ خداوندی
کہاں تک ملک میں رائج کیا قانونِ اسلامی

کہاں تم ہو' یہ کس عالم میں پہنچے ہو
ذراتم اپنے ظاہر اور باطن پر نظر ڈالو

کبھی فرصت میں غور اس بات پر 'تم نے کیا بھی ہے
عمل کا جائزہ اپنے' کبھی تم نے لیا بھی ہے

فسانہ اپنی ذمہ داریوں کا یاد ہے تم کو؟
ازل میں حق سے جو وعدہ کیا تھا یاد ہے تم کو؟

طریقِ کار سے اپنے کہاں تک مطمئن ہو تم
تمہیں سے پوچھتا ہوں صاف لفظوں میں بتاؤ تم

زمانے کے لیے رحمت بنا کر حق نے بھیجا ہے
تمہیں اللہ نے لطفِ خصوصی سے نوازا ہے

عمل' انسانیت کی جان روح بزمِ امکاں ہے
یہی درسِ شریعت ہے' یہی تعلیمِ قرآں ہے

دلوں کو جگمگا دو جذبۂ احساسِ ملت سے
عمل کے نور سے روشن کرو لیل و نہار اپنے

پکے تبلیغِ دین تیار ہو جاؤ مسلمانو!
یہ نازک دور ہے ہشیار ہو جاؤ مسلمانو!

نگاہِ وقت پہچانو' رُخِ اعمال کو بدلو
جو مستقبل بنانا ہے تو اپنے حال کو بدلو

عَلم توحید کا لے کر زمانے بھر پہ چھا جاؤ
ہر ایک گھر میں پیامِ خالقِ کونین پہنچاؤ

کہاں تک تم نے میرے دین کو دنیا میں پھیلایا
خدا پوچھے گا محشر میں تو کیا دو گے جوا ب اس کا

مری آواز ٹکرائے تمہارے قصرِ عشرت سے
تمہیں بیدار کردے کاش خوابِ نازِ غفلت سے

انتخاب : راشد منہاس

جھوٹ، ایک گناہِ عظیم

بتاؤں کہاں کیا ہوا جھوٹ سے
ہے فتنہ بپا جا بجا جھوٹ سے
تباہی کے آنے لگے زلزلے
مصائب کا طوفاں اٹھا جھوٹ سے
تجارت سے مفقود ہے راستی
ہے بازار سارا بھرا جھوٹ سے
ستم کش کو منصف سے بھی خوف ہے
وہ دورِ مظالم چلا جھوٹ سے
ہے پستی مقدر جو کرنا ہے کر
بڑھا شان جتنی بڑھا جھوٹ سے
ہے حق کو تو سچائی سے تقویت
پہ باطل کو ہے آسرا جھوٹ سے
ملے گی صداقت سے عقبیٰ کی خیر
تو انجام ہوگا برا جھوٹ سے
جو اللہ کے ہیں مقرب انہیں
نہیں واسطہ دور کا جھوٹ سے
اے صدیقؓ کے نام لیوا سنو
انہیں بیر تھا با خدا جھوٹ سے
یہ شیوۂ اہلِ جفا ہے مگر
ہیں بیزار اہلِ وفا جھوٹ سے
اے مسلم' یہ ہے اک گناہِ عظیم
تو بچ اور سب کو بچا جھوٹ سے
نہیں اس حقیقت میں کوئی خفا
کہ ناصرؔ' خدا ہے خفا جھوٹ سے

محمد ناصرؔ علی

چلو نیکی کو پھیلائیں کہ یہ سنت ہے نبیوں کی

چلو نیکی کو پھیلائیں کہ یہ سنت ہے نبیوں کی
چلو نیکی کو پھیلائیں کہ یہ سنت ہے نبیوں کی

لڑائی اور جھگڑے سے تو بس نقصان ہوتا ہے
چلو ہم ایک ہو جائیں کہ یہ سنت ہے نبیوں کی
چلو نیکی کو پھیلائیں کہ یہ سنت ہے نبیوں کی

ہمیشہ بول کر سچ ساری دنیا کو سبق یہ دیں
وہ سچائی کو اپنائیں کہ یہ سنت ہے نبیوں کی
چلو نیکی کو پھیلائیں کہ یہ سنت ہے نبیوں کی

خدا کے دین کی دعوت' رسول اللہ کی عظمت
ہراِک انساں کو بتلائیں کہ یہ سنت ہے نبیوں کی
چلو نیکی کو پھیلائیں کہ یہ سنت ہے نبیوں کی

جو ہے پیغام اللہ کا' وہی پیغام نبیوں کا
ہراِک گوشے میں پھیلائیں کہ یہ سنت ہے نبیوں کی
چلو نیکی کو پھیلائیں کہ یہ سنت ہے نبیوں کی

خدا کے نام کی برکت' خدا کے ذکر کی نکہت
جہاں کو اس سے مہکائیں کہ یہ سنت ہے نبیوں کی
چلو نیکی کو پھیلائیں کہ یہ سنت ہے نبیوں کی

ارسلان اللہ خان

گلدستہ

ترتیب و پیش کش: راشد حسین قاسم

حمد باری تعالیٰ

کونین کی ہر شے میں وہی جلوہ نما ہے
جتنی بھی ہو توصیفِ خدا، حق ہے، بجا ہے
ہر منزلِ دشوار کو کرتا ہے وہ آساں
وہ قادر مطلق ہے وہی عقدہ کُشا ہے
وہ حسبِ طلب سب کو عطا کرتا ہے روزی
مومن ہے کہ کافر ہے بُرا ہے کہ بھلا ہے
تحصیل زر و مال نہ شہرت نہ مراتب
اقبال کا مقصود فقط اُس کی رضا ہے
اقبال عظیم

نعت رسول مقبول ﷺ

سراپا چمن ہے دیارِ مدینہ
دوام آشنا ہے بہارِ مدینہ
مدینے کے پھولوں کا کیا پوچھتے ہو
رگِ گل ہے ہر نوکِ خارِ مدینہ
دلوں پر ہے جس کی حکومت کا سکہ
رہے شوکتِ تاجدارِ مدینہ
کسی چیز کی اس کو حسرت نہیں ہے
میسر ہو جس کو غبارِ مدینہ
یہ مسجد، یہ منبر، یہ روضہ، یہ گنبد
ہے فردوس، ہر یادگارِ مدینہ
تہجد، تلاوت، تضرع، دعائیں
لوشا سی شب زندہ دارِ مدینہ
حنین و تبوک اور بدر و احد میں
صف آرا ہوئے شہسوارِ مدینہ
کبارِ مدینہ تو یوں بھی بڑے ہیں
بڑوں سے بڑے ہیں صغارِ مدینہ
فریدی چلو چل کے روضے پہ کہنا
سلام آپ پر تاجدارِ مدینہ
شاعر: مولانا نعیم احمد فریدی

مرسلہ: محمد فیضان، متعلم جامعہ بیت السلام کراچی

ایک وسیع اور عالمگیر مسئلہ

دوستو! اس وقت ایمان اور اخلاق اور انسانیت کا مسئلہ
نہ حکومتوں پر چھوڑا جاسکتا ہے، نہ اداروں پر اور نہ دینی تعلیم گاہوں پر،
یہ بڑا وسیع اور عالمگیر مسئلہ ہے۔ اس کے لیے ہم سب کو کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔
یاد رکھیے جس کام کو افراد اور عوام کرنے کے لیے تیار نہ ہوں
اور جس کی اہمیت کا احساس جمہور اور عوام کو نہ ہو
وہ کام جتنا بھی آسان ہو عمل میں نہیں آسکتا اور بڑی سے بڑی حکومت بھی اس کو انجام نہیں دے سکتی،
اس کے لیے عمومی اور عوامی کوشش کی ضرورت ہے۔
پیغمبروں نے اپنی ذات اور عام افراد کی کوشش سے دنیا میں انقلاب برپا کر دیا
ہم کو آپ کو ان کے نقش قدم پر چل کر اس کی کوشش کرنی چاہیے،
خود اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور عام اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے
اس بات کی کوشش کی جائے کہ انسان اس دنیا کو ایک مقدس وقف کی چیز
اور خود کو ایک ذمہ دار حوالی سمجھنے لگے،
وہ اپنے کو اس دنیا میں خدا کی نیابت و خلافت کا اہل ثابت کرے
اور اچھے اخلاق سے خدا کی مخلوق کے ساتھ برتاؤ کرے
یہی اصلاح کا طریقہ ہے اور اسی میں انسانیت اور دنیا کی نجات ہے۔
(از مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی، خطبات علی میاں ج:۲، ص:۳۳۲)

دعوت عام

ماہنامہ فہم دین کے "گلدستہ" میں شرکت کے لیے آپ اپنی پسندیدہ حمد و نعت یا پسندیدہ شعر، لطیفہ، کوئی مزاحیہ نظم یا کسی کتاب سے کوئی اہم اقتباس مکمل حوالے اور اپنے نام اور فون نمبر کے ساتھ صفحہ تین پر دیے گئے پتہ پر بھجوا سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ حوالہ کے بغیر بھیجا ہوا اقتباس یا شاعری قابلِ اشاعت نہیں ہوگی۔

آپ کے اشعار

رو رہے ہے نقشِ پا کی طرح خلق یاں مجھے
اے عمرِ رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے
خواجہ میر درد

چپا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے
محمد تقی میر

کل یوگ نہیں کریگ ہے یہاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے، اس ہاتھ دے، اُس ہاتھ لے
نظیر اکبر آبادی

کسی پاس دولت یہ رہتی نہیں
سدا ناؤ کاغذ کی بہتی نہیں
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
میر حسن

شہ زور اپنے زور میں گرتا ہے مثلِ برق
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے
مرزا عظیم بیگ عظیم

۱۳۲ سر مژگاں، بہ وقتِ نالہ، آنسو کو ترستے ہیں
یہ سچ ہے: جو گرجتے ہیں، وہ بادل کم برستے ہیں
شاہ نصیر الدین نصیر

ایامِ مصیبت کے تو کاٹے نہیں کٹتے
دن عیش کے گھڑیوں میں گزر جاتے ہیں کیسے
کرامت علی شہیدی

مشکل الفاظ کے معانی

عمر رفتہ: گزری ہوئی عمر — خلق: مخلوق
کل یُگ: آنے والا زمانہ — ہات: ہاتھ
کریگ: زمانہ حال یعنی ابھی کام کرنے کا زمانہ
سر مژگاں: پلکوں کے بال کے برابر یعنی تھوڑا سا

میرا مال

انسان کہتا ہے: "میرا مال"
حالاں کہ اس کے مال میں سے بس تین چیزیں اس کی ہیں: ۱... جو اس نے کھا کر ختم کر دیا۔
۲... جو پہن کر پرانا کر ڈالا۔
۳... جو اس نے راہِ خدا میں دیا
اور اپنی آخرت کے واسطے ذخیرہ کر لیا۔
اس کے سوا جو کچھ ہے وہ انسان دوسروں کے واسطے
چھوڑنے اور یہاں سے ایک دن رخصت ہونے والا ہے۔
(روایت حضرت ابوہریرہؓ... مسلم شریف
صریر خامہ، ص: ۹۳
مرسلہ: عاد آصف، متعلم جامعہ بیت السلام کراچی)

جواہرات سے قیمتی

- کُرپانوں میں لذت ضرور ہے لیکن سکون نہیں۔
- آنکھوں کو جھکانے اور دل کو سوچنے کی عادت ڈالو۔
- خوشامد کی نہیں صداقت کی ہوتی ہے۔
- کم ظرف کا احسان لینا خود کو ہمیشہ کے لیے شرمندہ کرنا ہے۔
- اسلام کو دنیا کی نظر سے نہ دیکھو بلکہ دنیا کو اسلام کی نظر سے دیکھو۔
- عقل مند اپنے عیب کو خود دیکھتا ہے اور بے وقوف کے عیب دنیا دیکھتی ہے۔

(مرسلہ: عارف واحد،
متعلم جامعہ بیت السلام کراچی)

انسان اور درخت

ہمارے بابا کہا کرتے ہیں کہ
باہر کے جسم کو بیماریوں سے بچانے کے لیے اپنے اندر کو بیماریوں سے مبرا کرنا چاہیے۔
درخت جس کے اندر بیماری ہو اور اس کو گھن لگا ہوا
اور اندر ہی اندر سے وہ کھوکھلا ہوتا جا رہا ہو
اور ہم اس کی اصل بیماری کا علاج کرنے کے بجائے اسے باہر سے پرے کرتے رہیں
اور اس پر روشنیاں یا بلب لگا دیں تو ہم اس درخت کے اندر کی بیماری نہیں روک سکتے۔
وہ تب ہی ٹھیک ہوگا جب ہم اس کی جڑوں یا تنوں کی مٹی کھود کر
اس میں چونا ڈالیں گے، کیڑے مار ادویات ڈالیں گے اور اسے پانی دیں گے۔
ایسا ہی انسان کا حال ہے۔
اس کے لیے ضرورت ہے کہ آپ اپنے اندر اپنی روح کا مطالعہ ضرور کیا کریں
اور دن میں کسی بھی وقت اکیلے بیٹھ کر اپنے محاسبے کا اہتمام ضرور کیا کریں۔
(زاویہ ۳، اشفاق احمد، ص: ۳۸)

junaid.j
47

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

اخبار السلام

اپریل 2016ء بمطابق رجب المرجب 1437ھ

جامعہ بیت السلام میں طلبہ کے مابین ”مسابقہ حفظِ اشعار“ کا انعقاد، 200 ادبی اشعار ہدف، 125 طلبہ کی شرکت، 3 کام یاب قرار پائے

علامہ محمد اقبالؒ کے 100 فکری ، جب کہ دیگر دسیوں شعرا کے 100 ادبی اشعار ملا کر 200 اشعار کا مجموعہ مقابلے کے لیے تیار کیا گیا

مقابلہ روایتی بیت بازی سے ہٹ کر انوکھی ترتیب کا رہا، شعر بتا کر شاعر کا نام پوچھا گیا، نیز آدھا جملہ بتا کر پورا شعر بھی پوچھا گیا، انداز اور ادا کے بھی نمبر تھے

جامعہ بیت السلام کراچی میں طلبہ میں غیر معمولی صلاحیتیں پیدا کرنے کے لیے نصابی درس و تدریس اور مثالی تعلیم و تربیت کے علاوہ چھ ہم نصابی سرگرمیوں کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔ جامعہ کا خیال ہے کہ مدارس میں پڑھائے جانے والے نصاب کے ساتھ ساتھ یہ چھ ہم نصابی صلاحیتیں بھی اگر کسی طالب علم میں پیدا ہو جائیں یا کم از کم ان میں سے تین بھی پیدا ہو جائیں تو انشاء اللہ العزیز وہ طالب علم دنیا کے کسی بھی کونے میں زمانے کی ضرورت کو سمجھتے ہوئے بہت اچھے انداز میں دین کا کام کر سکے گا۔ ان چھ ہم نصابی سرگرمیوں میں سے گزشتہ ماہ جامعہ میں پانچویں ہم نصابی سرگرمی ”حفظ اشعار“ کا مسابقہ ہوا۔ اس مسابقے میں شرکت کے لیے دو سو اردو اشعار یا دو سو عربی اشعار یاد کرنا ضروری تھا۔

”حفظِ اشعار“ کے مسابقہ کے لیے اشعار کا انتخاب ایک اہم مرحلہ ہے۔ جامعہ نے اس سلسلے میں مشہور شعرا کے منتخب مجموعے جمع کیے اور ہزاروں صفحات پر مشتمل اشعار کے اِن مجموعوں سے کم از کم 1200 ایسے اشعار کا انتخاب کرنا ہے جو اسلام کے مزاج، مدارس کے ذوق اور اردو ادب سیکھنے کے لیے موزوں ہوں۔ یہ ایک طویل المیعادی کام ہے اور عین ممکن ہے کہ اسے پایہ تکمیل تک پہنچنے میں ایک سال کا عرصہ لگ جائے، پھر ان 1200 اشعار کو ”حفظِ اشعار“ کی ہم نصابی سرگرمی کے ذیل میں جامعہ بیت السلام کے طلبہ کرام 8 سال میں یاد کریں گے۔ ہر سال کے لیے 150 اشعار کا ایک نصاب مرتب کر دیا جائے گا۔ جو طالب علم پہلے سال میں اشعار کے اس مقابلے میں حصہ لے گا اور اشعار کا پہلا مجموعہ یاد کر لے گا تو پھر آئندہ سالوں میں دوبارہ ان اشعار کی باری نہیں آئے گی، بل کہ آئندہ ہر سال وہ ”حفظِ اشعار کے مسابقے“ میں شرکت کے لیے 150 نئے منتخب اشعار یاد کرے گا، اور انشاء اللہ العزیز اس طرح وہ 8 سال میں 1200 تک ادبی اور فکری اشعار کا حافظ بن چکا ہو گا، یا کم از کم وہ ان میں سے اکثر اشعار کو موقع کی مناسبت سے استعمال کرنے کے قابل ہو چکا ہو گا۔

”حفظِ اشعار“ کی اس ہم نصابی سرگرمی کے حوالے سے اشعار کا جو نصاب تیار کیا جا رہا ہے، اس میں چھوٹی کلاسوں کے طلبہ کے لیے بچوں کے مشہور شعرا کے کلام سے آسان مگر ادبی اشعار کے مجموعے تیار کیے جا رہے ہیں اور پھر تدریجاً بڑی کلاسوں میں فکری اور لطیف اردو ادب کے اشعار کا چناؤ کیا جا رہا ہے، ان اشعار کو طلبہ کے لیے عام فہم بنانے کے لیے ان کے ساتھ مشکل الفاظ کی اردو لغت ، اور مختصر مطالب تحریر کرنا بھی اس ہم نصابی منصوبے کا حصہ ہے۔

اس سال پہلی کاوش کے طور پر تمام طلبہ کے لیے دو سو اشعار پر مشتمل ایک مجموعہ تیار کیا گیا، جس میں کلیاتِ اقبالؒ سے انتخاب در انتخاب کے بعد 100 اشعار اور دیگر مختلف شعرا کے کلام میں سے 100 اشعار کا انتخاب کیا۔ یہ مجموعہ مسابقے سے دو ہفتے پہلے طلبہ کو تیاری کے لیے فراہم کر دیے گئے تھے اور تلفظ کی درستی، لہجے کے اتار چڑھاؤ اور مفاہیم کو سمجھنے کے لیے روزانہ کی بنیاد پر آدھے گھنٹے کی ایک کلاس بھی شام کے وقت میں رکھی گئی۔

حفظِ اشعار کا یہ مسابقہ بیت بازی کے عام مسابقوں سے ہٹ کر منفرد نوعیت کا ایک مسابقہ تھا۔ اس میں ایک ٹیم کے جواب میں دوسری ٹیم نے کوئی شعر نہیں پڑھنا تھا، بل کہ ممتحن حضرات بٹھائے گئے تھے، وہ شعر پڑھ کر شاعر کا نام پوچھتے تھے اور آدھا جملہ یا چند الفاظ پڑھ کر پورا شعر پوچھتے تھے، نیز تلفظ اور لہجے کو بھی دیکھا جاتا تھا۔ تقریباً 125 طلبہ نے اس مسابقہ میں شرکت کی، یہ مسابقہ دو مرحلوں میں پایہ تکمیل کو پہنچا، ”حفظِ اشعار اردو“ کے دوسرے اور فائنل مرحلے میں درجہ خامسہ کے محمد اسامہ نے پہلی، انگلش لینگویج کے محمد بن مفتی محمد فیصل نے دوسری اور درجہ ثالثہ کے حماد الرحمان نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ اسی طرح ”حفظِ اشعار عربی“ کے مسابقے میں صرف درجہ ثالثہ کا ایک خوش نصیب طالب علم ہی پوزیشن لینے میں کام یاب ہو سکا اور وہ خوش نصیب درجہ ثالثہ کے طالب علم محمد داوٗد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم نصابی سرگرمیوں کے ذیل میں جامعہ بیت السلام کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور طلبہ کی صلاحیتوں کو بڑھانے میں معاون بنائے۔ آمین!

Brighto
48